उर्दू रीडर

old, but its work was a[illegible]ed due to financial crisis. It was again resumed in [illegible] Since then, a good number of research magazines on Religion, Philosophy, Culture and Literature are being published.

ARYA BHATT - A Science Magazine is being published to popularise Science. This Magazine also contains articles of scholars from other Vishwavidyalayas. The Vedic Path and the Prahlad were being published in English and Hindi respectively. These magazines contain research material for students of Vedic Literature, Religion, Philosophy, Culture and Ancient India History, etc. From this year, a Science Research Magazine is going to be published; it is believed that it will gain international repute right from the beginning.

THE GURUKULA PATRIKA - is the oldest magazine of this Vishwavidyalaya; it highlights the original values of Gurukula. Besides scholars, persons who have faith in Arya [illegible] the voracious readers of this magazine.

[illegible] संस्कृति शिक्षा [illegible] के लिए प्रवेशपत्र है। यह प्रवेशपत्र

6

old, but its work was a[illegible] [illegible]ed due to financial crisis. It was again resumed in [illegible]. Since then, a good number of research magazines on Religion, Philosophy, Culture and Literature are being published.

ARYA BHATT - A Science Magazine is being published to popularise Science. This Magazine also contains articles of scholars from other Vishwavidyalayas. The Vedic Path and the Prahlad were being published in English and Hindi respectively. These magazines contain research material for students of Vedic Literature, Religion, Philosophy, Culture and Ancient India History, etc. From this year, a Science Research Magazine is going to be published; it is believed that it will gain international repute right from the beginning.

THE GURUKULA PATRIKA - is the oldest magazine of this Vishwavidyalaya; it highlights the original values of Gurukula. Besides scholars, persons who have faith in Arya [illegible] [illegible] the varacious readers of this magazine.

[illegible] संस्कृति शिक्षा पाठ्यक्रम के लिए प्रवेशपत्र है। यह प्रवेशपत्र

संस्कार संस्कृति, शिक्षा, आचार्यकुल के लिए प्रवेशपत्र है। यह प्रवेशपत्र

...readers of this magazine.

URDU READER

FOR

CLASSES III & IV

OF

VERNACULAR SCHOOLS FOR BOYS,

UNITED PROVINCES.

(Prescribed as Text-Book by the Educational Department, United Provinces).

اُردو ریڈر

ورناکیولر مدارس کے لڑکوں

تیسری و چوتھی جماعت کے واسطے

THIRD EDITION.

LUCKNOW:

PRINTED AND PUBLISHED BY M. L. BHARGAVA, B.A.,
AT THE NEWUL KISHORE PRESS.
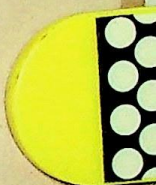
1918.

Price, -/5/9- قیمت

ورناکیولر مدارس کے لڑکوں

کی

تیسری و چوتھی جماعت کے واسطے

نولکشور پریس لکھنؤ

فہرست مضامین

۱۔ سورج

فوراً ۔ آسمان ۔ آہستہ آہستہ
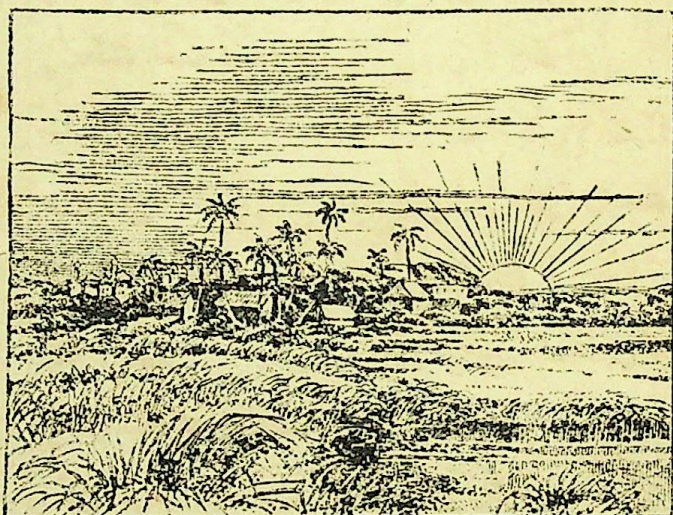
۱۔ اگر تم سے پوچھا جائے کہ سب سے زیادہ چمکتی چیز جو تم نے دیکھی ہے کیا ہے۔ تو تم فوراً جواب دو گے "سورج" وہ اتنا چمکتا ہے کہ تم دیر تک اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔

۲- کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ سورج
کیا ؟ سورج آگ کا ایک بڑا گولا ہے جس سے
گرمی اور روشنی نکلتی ہے۔ سورج کتنا بڑا ہے ؟ وہ
زمین سے بہت ہی بڑا ہے۔ اب تم کہوگے کہ یہ
اِتنا چھوٹا کیوں دکھائی دیتا ہے۔ وہ تو مکان کے
برابر بھی نہیں معلوم ہوتا۔ تم جانتے ہو کہ جب
بڑے درخت یا مندر سے تم دور ہوتے ہو تو وہ
چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اِسی طرح سورج بھی اِتنا چھوٹا
دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تم سے بہت دُور ہے۔ سورج
زمین سے لاکھوں میل کے فاصلے پر ہے۔ اگر مان لو
کہ ایک کوّا زمین سے سورج تک اُڑ سکے اور وہ دِن
رات برابر اُڑتا رہے اور ایک دَم کے لئے بھی نہ رُکے
وہ تمہارے خیال میں سورج تک کِتنے دنوں میں پہونچ
جائے گا ؟ وہ کہیں ہزار برس میں سورج تک پہونچ سکے گا
۳- کیا تم نے سورج کو صبح کے وقت نکلتے ہوئے
دیکھا ہے ؟ وہ ہمیشہ آسمان پر ایک ہی طرف سے

نکلتا ہے۔ ہم آسمان کے اُس طرف کو جدھر سورج
نکلتا ہے "پورب" کہتے ہیں۔ سورج کو نکلتا ہوا دیکھنے
کے لئے کسی دن تڑکے اُٹھو۔ اپنا داہنا ہاتھ سورج
کی طرف اُٹھاؤ اور بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کی سیدھ
میں دوسری طرف پھیلاؤ تو تمہارا بایاں ہاتھ آسمان
کے اُس حصّہ کی طرف ہوگا جس کو ہم "پچھم" کہتے ہیں۔
سورج ہر روز پورب کی طرف سے نکلتا ہے اور
آہستہ آہستہ آسمان پر چڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ
دوپہر کے وقت وہ ٹھیک سر پر آجاتا ہے اور
پچھم کی طرف ڈھلتا جاتا ہے اور آخر چھپ جاتا ہے۔
جب تک سورج دکھائی دیتا ہے تو دن ہوتا ہے۔
اور جب چھپ جاتا ہے تو رات ہوجاتی ہے۔

۴۔ کیا تم نے سورج کو چھپتے ہوئے دیکھا ہے؟
وہ اُس وقت کیسا اچھّا معلوم ہوتا ہے اور خاص کر
برسات میں کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لال۔ پیلے۔ رنگوں
سے آسمان تصویر سا معلوم ہوتا ہے۔

۵ -سورج ہمارے کس کام کا ہے؟ یہ گرمی اور روشنی دیتا ہے۔ بغیر سورج کے زمین بالکل ٹھنڈی۔ اندھیری اور بھیانک ہوتی - اگر سورج نہ ہو تو پھول - پودھے - درخت اور جانور کوئی نہ رہے - یہ سب چیزیں بغیر سورج کے زندہ نہیں رہ سکتی ہیں - مینھ کے سبق میں تم کو معلوم ہوگا کہ سورج کی وجہ سے مینھ اور بادل کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں -

۲ - ایک سیانا کوّا -

آسانی

۱ -ایک کوّا بہت پیاسا تھا مگر اُسے پانی پینے کو نہیں ملتا تھا۔ بیچارہ پانی کی تلاش میں گھوم رہا تھا اُسے ایک پانی کا گھڑا دکھائی دیا۔ کوّا اُس گھڑے پر جا بیٹھا اور چاہا کہ پانی پیئے۔ مگر اُس میں پانی اِتنا کم تھا کہ کوّے کی چونچ وہاں تک نہیں پہونچتی تھی -

۲ -کوّے کی پہلے تو آس ٹوٹ گئی مگر پھر اُس نے ہمّت اور سمجھ سے کام لیا اور ایسی تدبیر نکالی کہ جب

پانی اُس کی چونچ تک آگیا اور اُس نے اپنی پیاس بُجھالی-
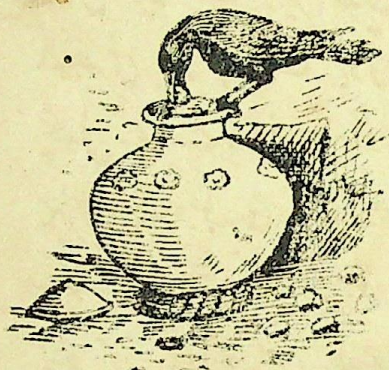
۳-وہ تدبیر یہ تھی کہ تو کوّے نے ایک کنکڑ اپنی چونچ سے اُٹھا کر گھڑے میں ڈال دیا-کنکڑ ڈالنے سے پانی کچھ اُونچا ہوگیا-پھر بھی اُس کی چونچ وہاں تک نہ پہونچ سکی-تب کوّے نے دس بارہ کنکڑ گھڑے میں ڈال دیئے-اب گھڑے کا پانی اِتنا اُونچا ہوگیا کہ کوّے کی چونچ آسانی سے وہاں تک پہونچ گئی-

۴-پھر تو کوّے نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا اور اپنے دل میں یہ سوچ کر خوش ہونے لگا کہ اگر سمجھ سے کام لیا جائے تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے کہ آسان نہ ہوسکے-

۳-پرتھی راج

(۲)

عملداری - سورما - بھاگڑ - پیٹھ دِکھانا - حملہ - نمک حلال - سرسوتی

مسلمانوں کی عملداری سے پہلے بارھویں صدی عیسوی میں پرتھی راج اجمیر اور دِلّی کا راجہ تھا۔

اُس زمانہ میں یہ راج بہت بڑا راج سمجھا جاتا تھا۔ دِلّی میں اِس کا بھائی کھانڈے راؤ حاکم تھا۔ اور وہ

آپ اجمیر میں راج کرتا تھا۔ اِس کا دوسرا نام راے پتھورا بھی ہے۔ یہ بڑا سورما اور بہادر راجہ تھا۔ جب ۱۱۹۱ء میں شہاب الدّین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی تو پرتھی راج اپنے بھائی کھانڈے راؤ کے ساتھ دو لاکھ فوج لے کر اُس سے لڑنے کو تیّار ہوا۔ پانی پت کے قریب تلاوڑی کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور لڑائی شروع ہوئی۔ راجپوت خوب دل کھول کر لڑے اور غوری کے لشکر کو پیچھے ہٹا دیا۔ غوریوں کی فوج میں بھاگڑ پڑگئی۔ اور بڑے بڑے نامی سردار پیٹھ دکھا گئے۔ جب شہاب الدّین نے یہ حال دیکھا تو اُس نے غصّہ میں آکر اپنی بچی ہوئی فوج کو آگے بڑھایا۔ اِتنے میں کھانڈے راؤ کی نظر شہاب الدّین پر پڑی اور شہاب الدّین نے کھانڈے راؤ کو دیکھا اور ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ اِس حملے میں شہاب الدّین زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا ہی چاہتا تھا کہ اُس کا ایک

نمک حلال غلام اُس کے پیچھے سوار ہولیا اور گھوڑے
کو لڑائی سے نکال لے گیا۔اِس ہار کا رنج شہاب الدّین
غوری کو اِتنا ہوا کہ سال بھر تک پلنگ پر چین سے
نہ سویا اور دوبارہ ۱۱۹۲ء میں ایک بہت بڑے
لشکر کے ساتھ ہندوستان پر چڑھائی کی۔سرسوتی ندی
کے دونوں طرف لڑائی کا میدان پڑا۔پہلے دونوں
بادشاہوں میں صلح کی بات چیت ہوئی مگر آخر شہاب الدّین
نے پرتھی راج کے لشکر پر اچانک دھاوا کیا۔پرتھی راج
کی فوج تو بہت تھی مگر اِس حملے کو نہ روک سکی۔
سپاہیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور پرتھی راج اور اُس کا
بھائی کھانڈے راؤ دونوں کے دونوں مارے گئے۔

۴۔چار دوستوں کی کہانی

شام۔دلاسا۔چھلانگ۔اوجھل۔اچنبھا

۱۔ایک ندی کے کنارے چار جانور رہتے تھے۔چوہا۔
کچھوا۔ہرن اور کوّا۔اِن چاروں میں بڑی دوستی تھی۔

اور سب نے آپس میں ٹھہرائی تھی کہ دُکھ سُکھ میں
ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔
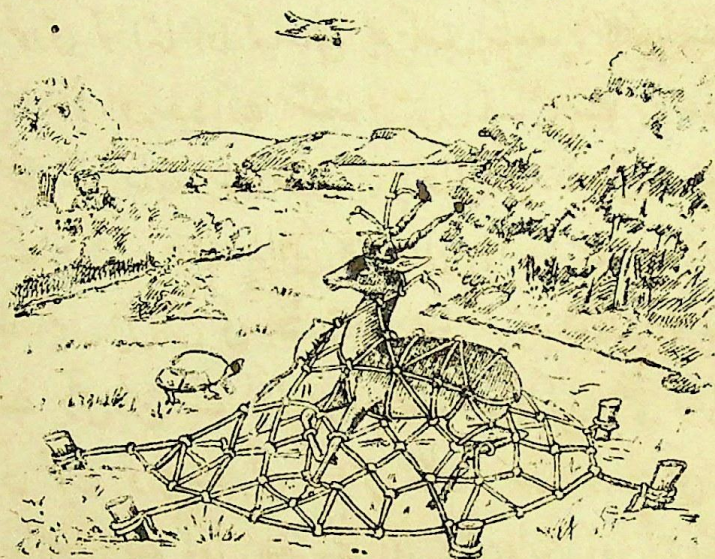
۲-ایک دِن ہرن شام کو ندی کے کنارے لَوٹ کر
نہیں آیا-اُس کے تینوں ساتھی بہت دیر تک اُس کا
رستہ دیکھتے رہے اور اپنے دِل میں سوچنے لگے کہ آج
بیچارے ہرن پر کیا بیتی کہ ابھی تک اُس کی صورت
نہیں دیکھی-آخرکار سب کی صلاح یہ ہوئی کہ کوّا
اُڑکر جنگل کی طرف جائے اور ہرن کا پتا لگائے۔

۳- یہ سنتے ہی کوّا جنگل کی طرف اُڑ گیا اور جھاڑی جھاڑی ہرن کو ڈھونڈھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کوّا دیکھتا کیا ہے کہ ہرن ایک شکاری کے جال میں پھنسا کھڑا ہے۔ چاروں ٹانگیں جکڑی ہوئی ہیں نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

۴- کوّے نے ہرن کو دلاسا دیا اور سیدھا اُڑتا ہوا چوہے اور کچھوے کے پاس آیا۔ یہ دونوں کوّے کے ساتھ ہو لئے اور جہاں ہرن تھا وہاں پہونچ گئے اور آتے ہی چوہے نے جال کاٹنا شروع کر دیا۔

۵- جیسے ہی چوہا جال کاٹ چکا تھا کہ شکاری آ پہونچا۔ شکاری کو دیکھتے ہی ہرن چار چھلانگیں مار کر اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کوّا اُڑ کر درخت پر جا بیٹھا۔ چوہا جھاڑی میں گھس گیا۔ مگر بیچارہ کچھوا جہاں تھا وہیں پڑا رہ گیا۔

۶- شکاری کو ہرن کے بھاگ جانے کا بڑا رنج ہوا اور یہ سوچ کر کہ خالی ہاتھ گھر نہ جانا چاہئے۔

اُس نے کچھوے کو زمین سے اُٹھا کر اپنے جھولے میں ڈال لیا۔ کوّے نے جو یہ حال دیکھا تو اُس نے ہرن اور چوہے سے کہا "اب کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ کچھوے کی بھی جان بچے"!

۷۔ چوہے نے کوّے سے کہا کہ اچھا میں ایک تدبیر بتلاتا ہوں۔ تو ہرن کی پیٹھ پر بیٹھ جا اور ہرن سے کہہ کہ وہ لنگڑاتا ہوا شکاری کے سامنے چلے۔ شکاری یہ دیکھ کر ہرن کا پیچھا ضرور کرے گا اور جھولا زمین پر ڈال دے گا۔ میں جال کی طرح جھولے کو بھی کاٹ ڈالوں گا اور کچھوے کو چھڑا دوں گا۔

۸۔ کوّے اور ہرن نے ایسا ہی کیا اور اُس کا نتیجہ وہی ہوا جو چوہے نے کہا تھا۔ شکاری جھولا زمین پر پھینک کر ہرن کے پیچھے دوڑا۔ چوہے نے موقع پا کر جھولا کاٹ دیا اور کچھوے سے کہا "تو بھاگ جا"۔

۹۔ کچھوے کا بھاگنا تھا کہ ہرن چوکڑی بھر کر دور نکل گیا۔ شکاری لوٹ کر آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ جھولا

کٹا ہوا ہے اور کچھوے کا پتہ نہیں۔ یہ حال دیکھ کر شکاری کو بڑا اچنبھا ہوا اور اُس دِن سے اُس نے قسم کھالی کہ آج سے اِس جنگل میں شکار کھیلنے نہ آؤں گا۔ سچ ہے "میل جول کا پھل اچھا ہوتا ہے۔"

۵۔ کبیر

نمونہ۔ سوامی۔ پرورش۔ پوتر۔ دھرتی۔ تپسّوی۔ سینہ۔ فاقہ۔ فریق۔

ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس نے کبیر کا نام نہ سُنا ہو۔ اِس کے مشہور دوہے بچّے بچّے کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن ایسے آدمی بہت کم ہوں گے جو اِس اچّھے اور پوتر سادھو کے حالات کو اچّھی طرح جانتے ہوں۔ کبیر اُس زندگی کا ایک نمونہ تھا جو سب کو پسند آتی ہے۔ کیونکہ وہ صرف ایک خُدا کا پوجنے والا تھا۔ اُس کے نزدیک ہندو مسلمان سب ایک تھے۔ افسوس یہ ہے کہ ایسے

بے لاگ شخص کی زندگی کا حال پورا پورا نہیں معلوم
ہوتا۔ تحقیقات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سوامی
راما نند کے زمانہ میں ایک برہمن کی بیوہ لڑکی کے
پیٹ سے پیدا ہوا۔ ماں نے برادری کے ڈر سے اِس
بچّے کو بنارس میں لہرتارہ کے پاس ڈال دیا۔ اتّفاق
سے ایک جُلاہا جس کا نام نوری تھا اپنی بیوی کے
ساتھ گھر سے نکل کر پاس کے گانوٗں کو جا رہا تھا۔
سُنسان رستہ میں بچّے کے رونے کی آواز سُنائی دی۔
جُلاہا اولاد کے نام کو ترس رہا تھا اور اُس کی بیوی
لڑکے کے نام پر جان دیتی تھی۔ دونوں نے کبیر کو اُٹھا کر
گلے سے لگالیا اور اُس کی پرورش شروع کی۔ کبیر کے
مزاج میں بچپن ہی سے خُدا کی لو لگی تھی اور وہ گھنٹوں
اُس کا دھیان کیا کرتا تھا۔ ماں باپ کو اِتنی سی عمر
میں بچّہ کی یہ بات پسند نہ آئی اور یہ عادت چھوڑانے
کے لئے بچپن ہی میں اِس کی شادی کردی۔ مگر یہ تدبیر
کچھ کام نہ آئی اور کبیر کی عادت میں کوئی فرق نہ آیا۔

اِسے نہ بیوی سے لگاؤ تھا نہ گھر سے واسطہ۔ بنارس
کی پوِتر دھرتی پر چکّر لگایا کرتا اور بھگوان کا دھیان
کیا کرتا تھا۔ ایک دن کچھ دھیان میں ایسا پڑا کہ
رات زیادہ آگئی اور اُس کو نیند آنے لگی۔ گنگا کا
کنارہ تھا گھاٹ کی سیڑھیوں پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور
آنکھ لگ گئی۔ اِن دنوں سوامی رامانند بڑے تپسوی
تھے وہ اندھیرے مُنہ گنگا اشنان کو آئے۔ سیڑھیوں سے
اُتر رہے تھے کہ اُن کا پاؤں کبیر کے سینہ پر پڑا۔
وہ رام رام کرتے پیچھے ہٹے۔ کبیر کی آنکھ کھُل گئی
اِن کے دل نے گواہی دی کہ یہ جو سورج کے نکلنے
کے پہلے اشنان کرتا ہے کوئی بڑا سادھو ہے۔ اور یہ
سوچ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔ رامانند نے بھی کبیر کے
چہرہ سے سمجھ لیا کہ اِس کے دل میں پریم ہے۔ اپنے
ساتھ مٹھ میں لے آئے اور چیلا بنا لیا۔ اور وہ راہ
رستوں اور گلیوں میں لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے۔ مگر
اِن کے سمجھانے کا ڈھنگ آج کل کا سا نہ تھا۔

وہ اپنا تمام مطلب بھجن گا گا کر لوگوں کو سُناتے اور
اِس طرح دِل میں بٹھاتے کہ سُننے والے گرہ میں
باندھ لیتے۔ اُس کے مذہب کی اصل بات خُدا کی محبّت
تھی۔ جس کو وہ بھجنوں میں سُناتا۔ کبیر روپیہ پیسہ کا
لوبھی نہ تھا اکثر فاقے ہوتے اور تکلیفیں گزرتیں مگر
اِن سب دُکھوں پر بھی اُس کی دُھن میں فرق نہ آتا
اِس سے زیادہ سادہ مذہب جس میں روزہ۔ نماز۔
پوجا پاٹ کچھ نہ ہو اور کوئی نہیں ہے۔ یہ بڑا اور
نیک سادھو جو تمام دنیا کے واسطے نیک چلنی کی
ایک مثال چھوڑ گیا ہے ضلع بستی کے گاؤں مگھر
میں مرا۔ اُس کی لاش پر بڑے جھگڑے پڑے مسلمانوں
نے کہا ہم گاڑیں گے۔ ہندوؤں نے کہا ہم جلائیں گے۔
یہ مشہور ہے کہ اِس جھگڑے میں لاش غائب ہوگئی
اور اُس کے بجائے پھول رہ گئے۔ جس کو دونوں
فریقوں نے آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ ہندوؤں نے
پھولوں کو جلایا اور اُسی جگہ ایک مندر بنایا۔ اور

مسلمانوں نے اپنے پھولوں کو دفن کیا اور مقبرہ بنایا
آج تک یہ دونوں بستی کے ضلع میں مگہر کے مقام پر موجود
ہیں اور جہاں پر پہلے کبیرداس بنارس میں رہتے تھے
وہاں پر بھی مکانات ہیں جن کو کبیرچورہ کہتے ہیں

۶ - ہَوا

شکل - وجہ - حالت - بُلبُلے - غش

۱- تمہارے اُستاد تم کو ایک سفید بوتل پانی سے
بھری ہوئی دکھاویں گے اور پھر اِس پانی کو گرا دیں گے
کیا اب بوتل خالی ہوگئی ؟
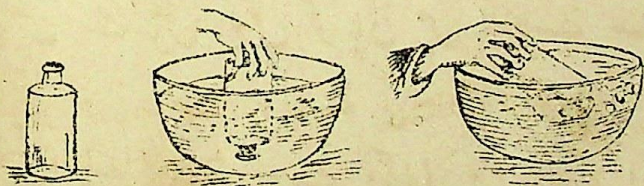
شکل نمبر۱ شکل نمبر۲

۲- اُستاد تم کو سمجھائیں گے کہ بوتل اب بھی خالی
نہیں ہے وہ ایک برتن میں پانی بھرکر بوتل کا

نیچے کرکے بوتل کو پانی میں ڈبوئیں گے جیسا کہ شکل
نمبر ا میں دکھایا گیا ہے۔ اُستاد تم کو اپنے پاس
بلائیں گے تاکہ تم دیکھ سکو کہ کیا ہوتا ہے۔ بوتل میں
صرف تھوڑا سا پانی چڑھ جائے گا۔ کیا تم اس کی
وجہ بتلا سکتے ہو؟ اس کا سبب یہ ہے کہ بوتل
میں کوئی اور چیز ہے۔ جس کی وجہ سے پانی ساری
بوتل میں نہیں چڑھ جاتا وہ چیز 'ہوا' ہے۔

۳۔ اب اُستاد بوتل کو ایک طرف جھکائیں گے۔
لیکن بوتل کا منہ پانی کے اندر ہی رہے گا۔ شکل
نمبر ۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُستاد بوتل کو کس طرح
ہاتھ میں لئے ہیں۔ بوتل کو پانی میں جھکانے سے
فورًا کچھ اور حالت ہو جائے گی۔ اور تم کو پانی میں
ہوا کے بلبلے اُٹھتے ہوئے دکھائی دیں گے اور
پانی بوتل میں جاتا ہوا دکھائی دے گا۔

۴۔ کمرے میں ہمارے چاروں طرف ہوا ہے۔
ہوا کو ہم دیکھ نہیں سکتے اور جب وہ رُکی ہوتی

ہے تو ہم کو لگتی بھی نہیں۔لیکن اگر ہم اپنا ہاتھ
چاروں طرف ہلائیں تو ہوا ہماری انگلیوں میں سے
جاتی ہوئی معلوم ہوگی۔اگر ہم پنکھا جھلیں تو معلوم
ہوگا کہ ہوا ہمارے چہرہ پر لگتی ہے۔

۵۔کبھی کبھی ہوا زور سے چلتی ہے اور خاک
دھول کو اُڑا لے جاتی ہے۔بڑے بڑے درختوں کو
جُھکا دیتی ہے اور مکانوں کے کواڑوں کو کھڑ کھڑا
دیتی ہے ایسی ہوا کو آندھی کہتے ہیں اور وہی ہوا
جو کمرے میں معلوم تک نہیں ہوتی زور سے چلے
تو بہت نقصان کرتی ہے۔

۶۔لیکن ہوا سے نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ
ہوتا ہے۔ہم ہوا کے بغیر جی نہیں سکتے۔ہمارے لئے
جیسے کھانا ضروری ہے۔ہوا اُس سے بھی زیادہ
ضروری ہے۔کیا تم دیر تک پانی میں غوطہ لگا سکتے
ہو؟ ہرگز نہیں کیونکہ تم کو سانس لینے کے لئے
اپنا سر جلد باہر نکالنا پڑے گا۔

۷۔ تم سانس کیسے لیتے ہو؟ جب تم سانس لیتے ہو تو پہلے ہوا تمھارے اندر جاتی ہے اور پھر باہر نکل آتی ہے جو ہوا باہر آتی ہے وہ صاف نہیں ہوتی۔ جب کسی کمرہ میں چند آدمی بیٹھے ہوں اور اُس کے سب دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی جائیں تو تھوڑی دیر میں اُن کا جی گھبرانے لگتا ہے سُستی آجاتی ہے اور غشی سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ مूर्छा اِس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جو کمرہ میں ہیں اُسی ہوا میں بار بار سانس لیتے ہیں اور کمرہ میں ایسی ہوا بھر جاتی ہے جو صاف نہیں ہے۔ یہ بات تندرستی کے لئے بہت بُری ہے۔ اگر ہم کو سانس لینے کے لئے صاف ہوا نہ ملے تو ہم بیمار ہو جائیں۔

۸۔ گانوں کے لڑکے شہر کے لڑکوں سے زیادہ تندرست ہوتے ہیں۔ کیونکہ گانوں کی ہوا زیادہ صاف ہوتی ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ کھڑکیاں اور کم سے کم ایک دروازہ اپنے گھر یا مدرسہ کا ہوا آنے کے لئے ہمیشہ کھُلا رکھیں۔

۷ - اکبر بادشاہ

کم عُمری - ہرگز - خاطر - عادت - مذہب - رحمدل
مروّت - بقّال

۱ - امیر تیمور کے گھرانے میں اکبر بڑا مشہور اور نامی بادشاہ گزرا ہے - اِس کا باپ ہمایوں اور ماں حمیدہ بیگم تھی - جب ہمایوں کے دن بُرے تھے اور وہ شیر شاہ سوری سے ہار کر بھاگا بھاگا پھرتا تھا تو سندھ کے

ہمایون

ریتیلے مُلک میں امرکوٹ کے قلعہ کے اندر ۹۴۹ھ یعنی ۱۵۴۲ء میں اکبر پیدا ہوا۔کچھ دنوں بعد ہمایوں قندھار پہونچا۔مگر اپنے بھائی کامراں کے ڈر سے ایران بھاگ گیا۔اور اکبر اپنی دایہ اور چند نوکروں کے ساتھ اپنے چچا کے قبضہ میں رہ کر کابل میں پرورش پاتا رہا۔ دو برس کے بعد ہمایوں نے ایرانیوں کی مدد سے افغانستان فتح کیا اور دس سال تک وہاں رہا۔اِس زمانہ میں اکبر نے ہتھیار چلانا اور شکار کھیلنا خوب سیکھ لیا۔مگر پڑھنا لکھنا کچھ نہ سیکھا۔۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے دِلّی اور آگرہ پھر فتح کرلیا۔مگر چھ مہینے بعد اُس کا انتقال ہوگیا اور اکبر کے سر پر تاج رکھا گیا۔مگر اُس کی کم عمری کے سبب سے بیرم خاں کو سلطنت کا کام سپرد ہوا۔جب اکبر اٹھارہ برس کا ہوا تب اُس نے بادشاہت کا کُل کام اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی بہادری اور عقلمندی سے ہندوستان کے کل صوبوں کو جو اُس کی سلطنت کو پورے طور سے

نہیں مانتے تھے اور جھگڑا فساد کرتے رہتے تھے فتح کرکے
اچھی طرح اپنے بس میں کرلیا۔ اکبر بہت دنوں تک
بڑی شان کے ساتھ بادشاہت کرکے ۱۶۰۵ء میں
دُنیا سے اُٹھ گیا۔ وہ بڑا خوبصورت۔ طاقتور۔ بہادر۔

پُھرتیلا اور چالاک تھا۔ اکبر اپنا بہت سا وقت پنڈتوں
مولویوں اور پادریوں کے ساتھ گزارتا تھا۔ اور اگرچہ
وہ بالکل بے پڑھا لکھا تھا۔ مگر اُس کی بات چیت سے
ہرگز کسی کو یہ خیال نہیں پیدا ہوتا تھا کہ وہ پڑھا لکھا

نہیں ہے۔ وہ سنسکرت زبان خوب سمجھتا تھا۔ مگر بول
نہیں سکتا تھا۔ گو اکبر ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ تھا
مگر اُس کی طبیعت میں بادشاہی کا گھمنڈ بالکل نہ تھا
اور اپنے آپ کو سب سے کم سمجھتا تھا۔ لوگوں کی
بہت خاطر کرتا۔ خُدا کو کبھی نہ بھولتا۔ رات کو بہت کم
سوتا۔ جانوروں کو مارنا پسند نہ کرتا تھا۔ سب سے دوستی
رکھنا اُس کی عادت میں تھا۔ اُس کے مُلک میں
سب کو آزادی تھی کہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق
جس طرح چاہیں اپنے خُدا کو یاد کریں۔ جیسا وہ
بہادر تھا ویسا ہی رحمدل بھی تھا۔ اُس کی طبیعت
میں مروّت بہت تھی۔ قصورواروں کو معاف کرنا
بہت پسند کرتا تھا۔ ہیموں بقّال سے پانی پت کے
میدان میں بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ ہیموں کی آنکھ
میں تیر لگا اور اُس کے لگتے ہی لڑائی ختم ہوگئی۔
ہیموں جب پکڑ کر اُس کے سامنے لایا گیا بیرم خاں
نے عرض کیا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیجیے۔ مگر

اُس نے قیدی کو مارنا پسند نہ کیا۔

۸۔ سمجھ دار بیٹا

جُڑواں ۔ حق دار ۔ بیڈھب ۔ سنّاٹا

میواڑ کے رانا راج سنگھ کے دو لڑکے تھے۔ اُن کا نام بھیم سنگھ اور جے سنگھ تھا۔ یہ دونوں جُڑواں پیدا ہوئے تھے۔ بھیم سنگھ پہلے ہوا تھا، اس لئے گدّی کا حق دار وہی سمجھا جاتا تھا۔ مگر رانا اپنے چھوٹے بیٹے جے سنگھ کو گدّی دینا چاہتا تھا۔ جب رانی کو خبر ہوئی تو اُس نے رانا کو سمجھایا کہ بڑے بیٹے کے ہوتے چھوٹے کو گدّی دینا بے انصافی کی بات ہے۔ گدّی بھیم سنگھ ہی کو ملنی چاہیئے۔

رانا نے اِتنا سُن کر اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور دوسرے دن صبح کو بھیم سنگھ کو بُلایا۔ بھیم سنگھ کو یہ معلوم تھا کہ رانا جے سنگھ کو گدّی دینا چاہتا ہے۔ وہ غُصّے میں بھرا ہوا آیا۔ آ کر دیکھا کہ رانا کا چہرہ اُترا ہوا

ہے اور وہ پیار سے اُس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر بھیم سنگھ کا غُصّہ اُتر گیا۔

بھیم سنگھ نے جُھک کر سلام کیا تو رانا اپنے دل میں بہت شرمایا اور آنکھیں نیچی کرکے کہا "بیٹا! بھیم سنگھ" اِس میٹھی بولی کو سُن کر بھیم سنگھ چونک پڑا اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا "کہیئے پتا جی! کیا حُکم ہے؟" رانا نے اپنے کو سنبھال کر کہا "بیٹا! میں نے تمھارے ساتھ بڑی بے انصافی کی ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ اب تم کچھ سوچ مت کرو تم میرے بڑے بیٹے ہو میں تمھارا حق تمھیں کو دوں گا۔ مگر ایک بات بڑی بے ڈھب آپڑی ہے۔ اب جے سنگھ گدّی سے نااُمید ہوکر ضرور کوئی جھگڑا اُٹھائے گا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر راج میں بکھیڑا مچائے گا۔ ہزاروں آدمیوں کا خون ہوگا۔ اِس سے تو یہی اچھا ہے کہ تم میری تلوار لے کر جے سنگھ کی گردن اُڑادو۔ ایک کے مرجانے سے ہزاروں جانیں بچ جائیں گی۔"

بھیم سنگھ چُپ چاپ یہ باتیں سُنتا رہا۔ دل میں کہتا تھا کہ رانا نے اپنے دل پر پتّھر رکھ لیا ہے کہ حق کے پیچھے اپنے پیارے بیٹے کی جان سے ہاتھ دھو رہا ہے۔ اُس نے سوچا کہ یہی بات ہے تو میں بھی اب وہ کام کر دکھاؤں گا جس سے اُس کے نام پر دھبّہ نہ لگے۔

جب رانا نے دیکھا کہ بھیم سنگھ ایک سنّاٹے میں کھڑا ہے تو کہا "بیٹیا! کچھ حرج نہیں ہے۔ مُلک کی بھلائی کے لئے تم یہ کام کر رہے ہو۔ اگر اِس میں کچھ قصور ہے تو میرا ہے تمھارا کچھ نہیں۔ جاؤ میں حُکم دیتا ہوں کہ جے سنگھ کو مار ڈالو۔"

بھیم سنگھ نے رانا کی تلوار اُس کے پاؤں کے پاس رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مہاراج! آپ نے میرے ساتھ جو بے انصافی کی تھی اُس کا بدلہ مجھے مِل گیا۔ آپ نے مجھے گدّی دے دی۔ اب میں اپنی طرف سے جے سنگھ کو راج گدّی کا مالک بناتا ہوں۔ میں کبھی بھولے سے بھی گدّی کی خواہش نہ کروں گا۔

اِس طرح سارا جھگڑا مِٹ گیا اور میواڑ کے لوگ جے سنگھ سے زیادہ بھیم سنگھ کی عزّت اور تعریف کرنے لگے۔

۹۔ مینھ

۱۔ تم پانی سے بھیگے ہوئے کپڑے کس طرح سُکھاتے ہو؟ تم اُن کو دھوپ میں پھیلا دیتے ہو اور وہ تھوڑی دیر میں بالکل سُوکھ جاتے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ کپڑوں کا پانی کہاں گیا؟ کپڑوں میں جو پانی تھا وہ ہَوا میں مِل گیا لیکن تم اُس کو دیکھ نہیں سکتے۔ سورج کی گرمی سے پانی بھاپ ہو کر ہَوا میں مِل گیا۔

۲۔ اِسی طرح جھیل اور دریا کا پانی سورج کی گرمی سے ہوا میں مِل جاتا ہے۔ اِسی لئے گرمی کے دنوں میں تالاب سُوکھ جاتے ہیں اور دریاؤں اور ندیوں میں پانی بہت کم رہ جاتا ہے۔

۳۔ لیکن آخر وہ پانی کیا ہو گیا جو سورج کی گرمی سے ہوا میں مِل گیا تھا؟ پانی ہَوا میں جمع ہو کر بادل بن گیا۔ بادل کیا ہے؟ بادل ہوا میں اُڑتے ہوئے

پانی کی ننھّی ننھّی بوندوں کا دَل ہے۔

۴۔بادل میں پانی کی چھوٹی چھوٹی بوندیں مِل کر بڑی بڑی بوندیں بن جاتی ہیں اور آخرکار یہ بڑی بڑی بوندیں زمین پر گرتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ مینہ برستا ہے۔

۵۔جب مینہ برستا ہے تو ہم خوش ہوتے ہیں مینہ سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔اِسی کی وجہ سے پیاسے مویشیوں کو پانی ملتا ہے۔گھاس پودے اور درخت اُگتے ہیں۔مینہ کا پانی کچھ زمین سوکھ لیتی ہے کچھ کنوؤں تالابوں اور ندیوں میں چلا جاتا ہے۔مینہ ہی کی وجہ سے چارہ زیادہ پیدا ہوتا ہے اور مویشی خوش رہتے ہیں۔مینہ درختوں کی گرد دھو دیتا ہے اور درخت ہرے بھرے اور خوبصورت معلوم ہونے لگتے ہیں۔آسمان بھی صاف ہو جاتا ہے۔کیونکہ مینہ سے ہوا کی تمام گرد دُھل کر بیٹھ جاتی ہے اور ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ ایک قاضی کا انصاف

قاضی - فلاں - اصطبل

کہتے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ کا قاضی مرگیا تو اُس نے دوسرا قاضی ڈھونڈھا۔ لیکن اُسے قاضی نہیں ملا۔ درباریوں نے کہا کہ حضور! آپ کے دربار میں بہت سے افسر ہیں۔ اِن میں سے کسی کو قاضی بنا دیجئے۔ اکبر نے جواب دیا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن جیسا آدمی میں ڈھونڈھتا ہوں ویسا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

ایک دن ایک آدمی نے کہا کہ حضور! فلاں شہر میں ایک قاضی رہتا ہے وہ بہت اچّھا آدمی ہے۔ اور بہت اچھی طرح مقدّموں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر اُسے حضور قاضی بنائیں تو بہت اچّھا ہوگا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ چل کر اُس قاضی کو دیکھنا چاہیئے۔ دو ایک آدمیوں کو ساتھ لے کر اور سوداگر کا بھیس بنا کے اُس شہر کو روانہ ہوگیا۔ جب وہ شہر تین چار کوس رہ گیا تو بادشاہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو درد کے مارے

چلّا رہا تھا۔ بادشاہ کو اُس پر بڑا رحم آیا پوچھا "تمھیں کس نے ستایا ہے؟" مسافر نے جواب دیا کہ مجھے کسی نے نہیں ستایا میرا پاؤں یہاں پھسل گیا اِس میں موچ آگئی ہے۔ جس کے سبب سے۔ اب مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ بادشاہ نے ترس کھاکر اُسے اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھالیا۔ جب یہ دونوں شہر میں پہونچے تو لنگڑے نے ایک گھر کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں چل کر مجھے اُتار دو۔ بادشاہ نے وہاں پہونچ کر اُس سے کہا "اے بھائی! اب یہاں اُتر جا" وہ لنگڑا بے ایمان تھا۔ گھوڑے کو اپنا مال بتانے لگا۔ بادشاہ حیران ہوکر سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ پردیس کی بات کوئی جان نہ پہچان۔ آخر سوچ کر بادشاہ نے لنگڑے سے کہا "چل بھائی! میرا تیرا فیصلہ قاضی صاحب کریں گے" قاضی کے یہاں پہونچ کر دونوں نے اپنا اپنا حال سُنایا۔ قاضی نے حکم دیا کہ تم دونوں کل صبح کو آنا اور اپنے نوکروں سے کہا کہ گھوڑے کو

میرے اصطبل میں باندھ دو۔

دوسرے دن صبح کو دونوں قاضی کی کچہری میں گئے۔قاضی انھیں اپنے اصطبل میں لے گیا اور بادشاہ سے پوچھا کہ بتاؤ تمھارا گھوڑا کون سا ہے؟۔بادشاہ نے جاکر اپنے گھوڑے کو چمکارا اور اُس پر ہاتھ پھیرا۔گھوڑا بھی بادشاہ کو دیکھ کر ہنہنانے لگا۔قاضی نے پھر لنگڑے سے پوچھا "تمھارا گھوڑا کون سا ہے؟" وہ بھی اُسی گھوڑے کی طرف بڑھا۔مگر جب اُس کے پاس گیا تو گھوڑے نے اُسے ایک لات ماری۔یہ دیکھ کر قاضی نے کہا کہ گھوڑا سوداگر کا ہے۔اُس کو ملنا چاہئے - یہ لنگڑا جھوٹا ہے۔اِس کو تیس بید لگاؤ۔گھوڑے نے خود بتادیا کہ میرا مالک کون ہے۔جب سوداگر اُس کے پاس گیا تو گھوڑا اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔لیکن جب یہ لنگڑا اُس کے پاس گیا تو وہ خوش نہیں ہوا بلکہ لات ماری۔

جب یہ فیصلہ ہوگیا تو سوداگر نے اپنے اصلی کپڑے پہنے اور قاضی سے کہا کہ میں اکبر بادشاہ ہوں۔میں

تمہارا انصاف دیکھنے کے لئے آیا تھا۔میں نے جیسا سُنا تھا
ویسا ہی تم کو پایا۔اب تم میرے ساتھ چلو۔میں تمھیں
اپنے مُلک کا بڑا قاضی بناؤں گا۔
قاضی خوش ہو کر بادشاہ کے ساتھ چلا آیا۔

۱۱-چاند بی بی

سلطنت۔حِصّے۔خاندان۔ہمّت۔سُرنگ۔ڈھارس

پچھلے زمانہ میں دکن کی سلطنت کئی حصّوں میں بٹی
ہوئی تھی۔جن کے الگ الگ نام تھے۔چاند بی بی
نظام شاہی گھرانے میں حسین نظام شاہ (احمد نگر) کی
بیٹی اور عادل شاہی خاندان میں علی عادل شاہ (بیجاپور)
کی بی بی تھی۔پہلے اِن دونوں خاندانوں میں بہت
لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔مگر ۱۵۶۴ء میں جب چاند بی بی
کا علی عادل شاہ سے بیاہ ہوا اُس وقت سے اِن
خاندانوں کی لڑائیاں بند ہو گئیں۔چاند بی بی اپنے شوہر
کے جیتے جی تو بیجاپور میں رہی۔جب ۱۵۸۰ء میں

علی عادل شاہ مرگیا تو احمد نگر چلی آئی۔ جب اکبر بادشاہ کو ملک دکن کے لینے کی فکر ہوئی اُس وقت دکن کی سلطنتوں میں آپس میں بہت جھگڑا تھا۔ چاند بی بی کا باپ مرچکا تھا۔ احمد نگر کے راج کے حِصّے ہو رہے تھے۔ اس موقع پر چاند بی بی نے بڑی عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اپنے جیتے جی اکبر کا قبضہ اپنے قلعہ پر نہ ہونے دیا۔ ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد نے احمد نگر پر چڑھائی کی۔ جب مراد کی فوج قلعہ کی طرف بڑھی تو چاند بی بی نے بڑی ہمّت اور دلیری سے اُس کا مقابلہ کیا۔ سارے دن مُراد کی فوج قلعہ تک پہونچنے کی کوشش کرتی رہی مگر وہ ایک قدم بھی نہ بڑھ سکی۔ مہینوں مُراد قلعہ کو گھیرے پڑا رہا مگر اُس کو لے نہ سکا۔ پھر مُراد نے قلعہ تک تین سُرنگیں کھُدوا کر بارود بچھوائی اور قلعہ کو اُڑانا چاہا۔ چاند بی بی کو یہ خبر ہوگئی اُس نے اُسی وقت بارود نِکلوا کر دو سُرنگیں بھروا دیں۔ تیسری کی بارود نکالی جا رہی تھی کہ مُراد نے آگ لگانے کا حکم

دے دیا۔ اُس سُرنگ کے اُڑنے کا بڑا دھماکا ہوا
جس سے قلعہ کی پچاس گز دیوار گر پڑی۔ دیوار گرتے ہی
چاند بی بی نے دیکھا کہ مُراد راجپوتوں اور مغلوں کی فوج
لئے سامنے ہی کھڑا ہے۔ لوگوں کے دل بیٹھ گئے۔ کام
کرنے والوں نے کام چھوڑ دئے۔ سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں
پھول گئے فوج کے سردار بھاگ کھڑے ہوئے مگر چاند بی بی
کی ہمت کو دیکھو کہ اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر باہر
نکل آئی اور ذرا سی دیر میں بیسوں آگ برسانے والی
توپیں اُس ٹوٹی ہوئی دیوار پر کھڑی کر دیں۔ اور تمام فوج
کی دھارس بندھا کر پھر لڑنے کو تیار کر دیا۔ مغلوں اور
راجپوتوں نے جان توڑ کر حملے کئے۔ مگر چاند بی بی نے اُن کو
ایک قدم بھی نہ بڑھنے دیا۔ شام کو مُراد تھک کر میدان
سے پلٹ آیا۔ اُدھر رات بھر میں چاند بی بی نے پچاس گز
قلعہ کی دیوار تین گز اونچی اُٹھوا دی۔ صبح کو شہزادہ مراد نے
دیکھا تو پھر وہی پہلی سی دیوار کھڑی ہے۔ اپنے پرائے
سب کے مُنھ سے چاند بی بی کی اِس ہمت اور بہادری

پر واہ واہ نکلتی تھی۔ آخر مراد کو لڑائی چھوڑ کر اِس سے صلح کرنی پڑی۔ اِس کے بعد چاند بی بی چاند سلطانہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور سنہ ۱۶۰۰ء میں جب کہ شہزادہ دانیال احمد نگر کے قلعہ کو گھیرے ہوئے پڑا تھا۔ اس سورما بی بی نے دُنیا سے کوچ کیا۔

۱۲۔ جیسے کو تیسا

دعوت۔ راضی۔ نیّت

۱۔ کسی ندی کے ایک کنارے پر چوہا رہتا تھا اور دوسرے کنارے پر مینڈک۔ دونوں میں بڑی دوستی تھی۔ چوہے کے بِل میں بہت سا میوہ اور اناج جمع رہتا تھا جب مینڈک اُس کے پاس آتا تو چوہا اُسے سب چیزیں کھلاتا۔

۲۔ ایک دن مینڈک نے چوہے کی دعوت کی اور کہا کہ آج تم میرے یہاں چلو۔ چوہے نے کہا کہ مجھے پیرنا نہیں آتا میں تمھارے یہاں نہیں جا سکتا۔ مینڈک نے کہا کہ میں تم کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر لے چلوں گا۔

۳- چوہا ندی کے پار جانے پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ مگر جب مینڈک نے بہت کہا تو چلنے کو تیّار ہو گیا۔ مینڈک نے چوہے کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور ندی کے دوسرے کنارے کی طرف چلا۔

۴- جب مینڈک ندی کے بیچ میں پہونچا تو اُس کی نیّت خراب ہو گئی اور وہ اپنے دل میں یہ سوچنے لگا کہ اگر اِس وقت چوہے کو پانی میں چھوڑ دوں تو یہ ڈوب کر مر جائے گا اور جو کچھ اناج اور میوہ اِس کے بل میں جمع ہے وہ میرے کھانے میں آئے گا۔

۵- یہ سوچ کر مینڈک نے ڈبکی لگائی۔ چوہا پانی میں گر پڑا اور ڈوب کر مر گیا۔ مینڈک چوہے کی جان لے کر اناج اور میوہ کی تلاش میں اُس کے بل کی طرف چلا مگر جوں ہی مینڈک پانی سے نکل کر بل کی طرف چلا کہ اپنے کئے کی سزا اُس کو مِل گئی۔ ایک چیل جو بڑی دیر سے ندی کے کنارے بھوکی بیٹھی ہوئی تھی مینڈک کو اپنے پنجہ میں پکڑ کر اُٹھا لے گئی اور تھوڑی دیر میں اُسے مار کر کھا گئی۔

سچ ہے "بُرے کام کا پھل بُرا ہوتا ہے"۔

۱۳-جہانگیر کا مقبرہ

سخی - مینار

تُم نے جہانگیر بادشاہ کا نام سُنا ہوگا- وہ اکبر بادشاہ کا بیٹا تھا-جیا رانی اِس کی ماں کا نام تھا-جہانگیر بڑا اچھا بادشاہ تھا- ہندو مسلمان اپنی سب رعیّت کو ایک نظر سے دیکھتا تھا-بڑا سچّا اور سخی بادشاہ تھا-نورجہاں اُس کی ملکہ تھی جو بڑی سمجھ دار اور خوبصورت شاہزادی تھی-جہانگیر اُس کو بہت چاہتا تھا اور ہر وقت اُس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا-نورجہاں نے لاہور کے پاس راوی ندی کے اُس پار ایک بڑا خوبصورت باغ لگوایا تھا اور اُس کا نام دلکشا رکھا تھا-جہانگیر جب مرنے لگا تو اُس نے کہا کہ مجھ کو نورجہاں کے باغ دلکشا میں دفن کرنا-شاہجہاں اُس کے بیٹے نے اُس کو اُسی باغ میں دفن کیا اور اُس کی قبر پر ایک بہت بڑا مقبرہ بنوایا جو آج تک موجود ہے
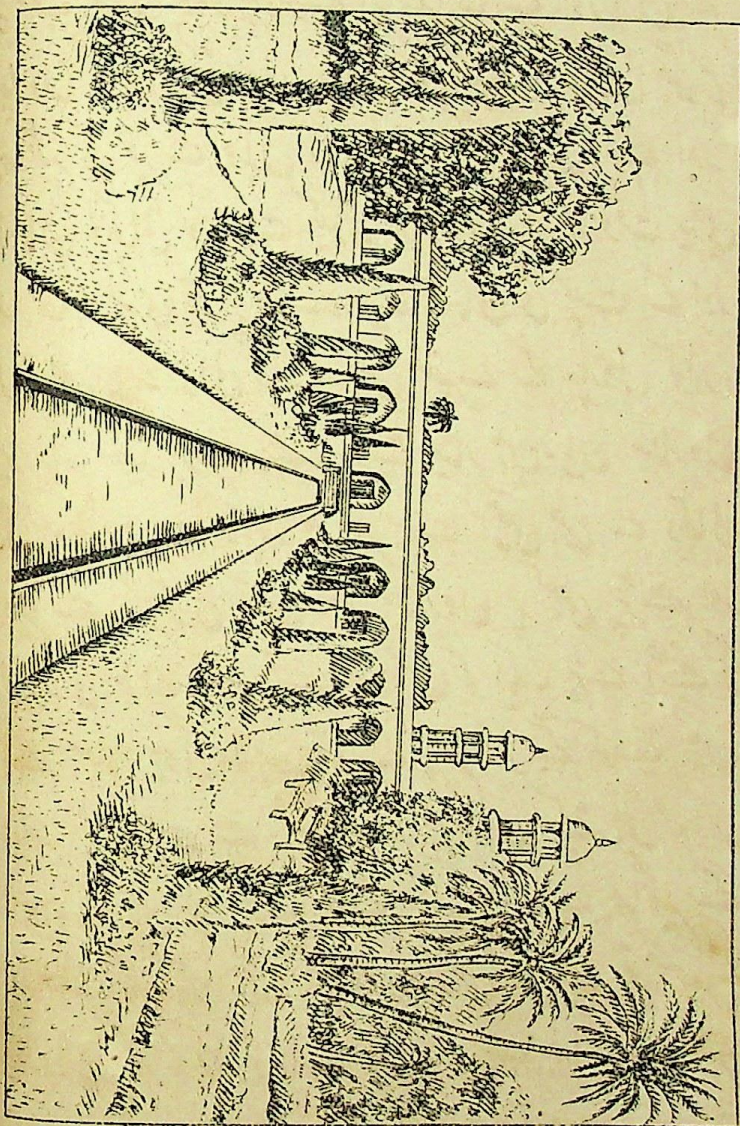
مقبرہ ایک چوکور چبوترے پر بنایا گیا ہے اور اُس کے
چاروں طرف پکی چار دیواری ہے اور جس جگہ پر
جہانگیر کی قبر ہے وہاں سے چھت کھلی ہوئی ہے اور
آسمان دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ جہانگیر نے مرتے وقت یہ بھی
کہا تھا کہ میری قبر پر سوائے نیلے آسمان کی چھت کے اور
کوئی چھت نہ ڈالی جائے۔ اِس مقبرے کے چاروں کونوں
پر چار سفید بڑے بڑے اونچے مینار ہیں۔ اِن میناروں
کی چوٹی پر سے لاہور کا شہر بہت اچھی طرح سے دکھائی
دیتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ان میناروں پر کبھی چڑھے اور
لاہور کی طرف نگاہ کرے تو اُس کو ایک بڑے اچنبھے کی
بات معلوم ہوگی۔ لاہور شہر کے پچھم اُتر کے کونے میں
ایک بڑی مسجد ہے جس کو شاہی مسجد کہتے ہیں۔ اِس
مسجد کے بھی چار بڑے بڑے مینار ہیں۔ جب جہانگیر کے
مقبرے کے صحن میں کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو مسجد کے
چاروں مینار دکھائی دیتے ہیں۔ مگر جب جہانگیر کے مقبرے
کے کسی ایک مینار پر چڑھ کر دیکھتے ہیں تو صرف تین ہی

مینار دکھائی دیتے ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ جب جہانگیر کے مقبرے کے ایک مینار پر چڑھ کر دیکھتے ہیں تو شاہی مسجد کے تین مینار تو سامنے آجاتے ہیں اور چوتھا مینار باقی تین میناروں میں سے کسی مینار کے پیچھے چھپ جاتا ہے اور اِسی طرح جب دوسرے مینار سے چڑھ کر دیکھتے ہیں تو شاہی مسجد کا ایک دوسرا مینار چھپ جاتا ہے۔ اور جو مینار پہلے چھپ گیا تھا۔ وہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ جہانگیر کے مقبرے کے چاروں میناروں پر باری باری سے چڑھ کر دیکھنے سے شاہی مسجد کے چاروں میناروں میں سے ایک ایک باری باری سے چھپتا جاتا ہے اور اِس طرح پر ہر دفعہ صرف تین ہی مینار آنکھ کے سامنے رہتے ہیں۔ یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے۔

۱۴ - بیج

خوراک ۔ غلاف ۔ حفاظت ۔ کافی ۔ کوکو

ا۔ بیج ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ لیکن تمام پودے اسی سے اُگتے ہیں۔ پیپل جیسا بڑا درخت بھی چھوٹے سے بیج سے

پیدا ہوتا ہے۔ تمھارے اُستاد تم کو سیم کے بیج دکھائیں گے۔ جو چند گھنٹے تک پانی میں بھیگ کر ملائم ہو گئے ہیں کہ اِن کے حصّے آسانی سے الگ الگ ہو سکتے ہیں:
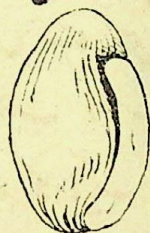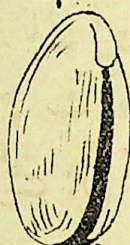
۲- پہلے بیج کو غور سے دیکھو اور اُس کالے دھبّے پر نظر کرو جو بیج کے اوپر ہے۔ تمھارے اُستاد بیج کا چھلکا اُتار کر تم کو دکھائیں گے کہ اندر کیا چیز ہے۔ اب تم کو معلوم ہوگا کہ دراصل بیج کے دو حصّے ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ اِن کو بیج کی دیول یا دال کہتے ہیں۔ دالیں موٹی اور ٹھوس ہوتی ہیں اور جس جگہ تم نے کالا دھبہ بیج میں دیکھا تھا اُس جگہ یہ دونوں جُڑی ہوئی ہوتی ہیں۔

۳- اب بیج کے اُس حصّہ کو غور سے دیکھو جو دونوں دالوں کو جوڑتا ہے۔ یہ بیج کا سب سے زیادہ ضروری

حصّہ ہے۔ اِس میں سے ایک چھوٹا سا سفید نوکدار ٹکڑا اور دو سفید پتّیاں سی ہوتی ہیں۔ یہ چھوٹا نوکدار ٹکڑا سیم کی جڑ بن جاتا ہے اور وہ دونوں چھوٹی پتّیاں اُگنے والے پودے کے حصّے ہیں۔
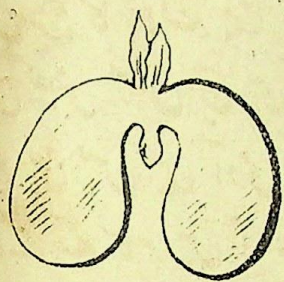
۴۔ لیکن دیول کس کام میں آتی ہیں۔ جب چھوٹا پودا بڑھنے لگتا ہے تو یہ دیول اُس کو خوراک دیتی ہیں کیونکہ اُگنے کے بعد تھوڑے دنوں تک نیا پودا زمین میں سے خوراک نہیں حاصل کر سکتا بلکہ اپنی خوراک دیولوں میں سے لیتا ہے۔

۵۔ بعض وقت پودے کے بیج پر بچاؤ کے لئے گودے کا ایک موٹا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ جیسے کہ آم کی گٹھلی میٹھے گودے کے اندر بند رہتی ہے اور کبھی کبھی بہت سے بیج ایسے ہی ایک میٹھے خول کے اندر ہوتے ہیں۔ تم نے خربزہ دیکھا ہوگا اُس میں بہت سے بیج گودے میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور دوسرے قسم کے بیجوں پر بھی

حفاظت کے لئے رسدار غلاف لپٹا ہوتا ہے۔ جیسے۔ سیب۔ نارنگی۔ ناشپاتی۔ تم ایسے اور بیج بھی جانتے ہوگے۔ گودا اصل میں بیج کا غلاف ہوتا ہے اور اسی گودے کو آدمی کھاتے ہیں۔ بعض بعض بیج ہی کھانے کے کام میں آتے ہیں۔ بیج ہی اصل میں آدمی کی خاص خوراک ہے اور جو بیج کھانے کے کام میں آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ چاول۔ گیہوں۔ جَو۔ چنا۔ اور۔ مٹر وغیرہ۔

۶۔ کوئی کوئی بیج بڑے کام کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب پانی میں اُن کو اُبالتے ہیں اور اُس پانی کو پیتے ہیں تو جی بہت خوش ہوتا ہے۔ یہ بیج کافی اور کوکو ہیں بعض بیج مسالے میں کام آتے ہیں۔ اِن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔ رائی۔ گول مرچ۔ دھنیا۔ اور زیرہ۔ بعض بیجوں کو پیل کر تیل نکالا جاتا ہے۔ جیسے سرسوں۔ رینڈی اور السی۔

۷۔ اکیسویں سبق میں تم کو معلوم ہوگا کہ بیج سے پودا کس طرح اُگتا ہے۔

۱۵- جو بوؤگے وہی کاٹوگے

آنکس - دریا - منجدھار

بچّو! تم نے اوپر لکھی ہوئی کہاوت تو سُنی ہوگی۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ جیسا کروگے ویسا پاؤگے۔ نیب کے درخت سے کبھی انار نہیں پیدا ہوتے۔ گولر کے درخت میں آم نہیں لگتے۔ اِسی طرح اگر چاہو کہ جسے تم بُرا کہو وہ تمھیں بھلا سمجھے تو مشکل ہے۔ اگر کسی اندھے کو جو رستہ بُھول گیا ہو تم تکلیف اُٹھا کے ہاتھ پکڑ کے گھر تک پہونچا دوگے تو تمھیں بھی کسی نہ کسی مشکل سے نکالنے کے لئے کوئی نہ کوئی تمھارا ہاتھ پکڑے گا۔ اگر تم کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤگے کسی ننگے کو کپڑا پہناؤگے تو تم بھی کبھی ننگے بھوکے نہ رہوگے۔ اور اگر کسی کے ساتھ بُرائی کروگے تو تمھارا بھی وہی حال ہوگا جو نیچے لکھے ہوئے قصّے میں بندر کا حال ہوا۔

سُنو "ایک بندر اور ایک ہاتھی میں بڑی دوستی تھی۔ دونوں ایک جنگل میں رہا کرتے تھے۔ بندر اونچے اونچے

درختوں پر چڑھ کر ہاتھی کو اچھے اچھے پھل کھلایا کرتا تھا۔ اور ہاتھی بھی اُسے اپنی پیٹھ پر چڑھا کر خوب سیر کراتا تھا۔ ایک دن دونوں سفر کو نکلے۔ رستہ میں بندر نے ایک دوسرے ہاتھی کو دیکھا کہ اُسے آدمی آنکس سے چلا رہا ہے۔ اوروں کی ریس کرنا تو بندر کا کام ہی ہے۔ اُس نے دل میں ٹھان لی کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ چلتے چلتے رستہ میں ایک دریا پڑا۔ ہاتھی نے بندر سے کہا کہ آؤ تم میری پیٹھ پر بیٹھ جاؤ۔ بندر ایک بڑی سی لوہے کی کیل جو وہاں پڑی تھی اُٹھا کر ہاتھی کی پیٹھ پر سوار ہو گیا جب منجدھار میں پہونچے بندر نے اُس کے سر میں کیل چبھودی۔ ہاتھی نے کہا "کیوں یار! تم ہمارے دوست ہو کر یہ کیا کرتے ہو"؟ اُس نے کہا کہ ہاتھی کو یوں ہی چلاتے ہیں۔ اِس پر ہاتھی بولا کہ اچھا دیکھو ہاتھی یوں چلا کرتے ہیں اور یہ کہہ کر اُس نے ایک غوطہ لگایا۔ وہ تو پار نکل گیا لیکن بندر اپنے کیے کی سزا کو پہونچا اور دریا میں ڈوب گیا۔"

کیوں بچو! تم نے دیکھا کہ بندر کو کتنی جلدی بدی کا بدلہ مل گیا۔ یاد رکھو "جیسا کروگے ویسا پھل پاؤگے۔ اگر گیہوں بوؤگے تو گیہوں اُگیں گے اور جَو بوؤگے تو جَو"

۱۶۔ ایک لالچی

ہوس ۔ دعا ۔ مراد ۔ نوالہ

۱۔ بندرابن میں ایک مہاجن رہتا تھا۔ وہ بڑا لالچی تھا۔ سیکڑوں توڑے اشرفیوں کے اُس کے پاس تھے۔ مگر اُس کی ہوس کم نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ ایک دن ایک جوگی اُس مہاجن کے پاس آیا اور کہنے لگا "جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ" مہاجن نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس چیز کو میں چھولوں وہ سونے کی ہوجائے۔ جوگی نے کہا "تو بڑا لالچی معلوم ہوتا ہے۔ ایسی چیز نہ مانگ نہیں تو پچھتائے گا۔" مہاجن نے کہا "آپ مجھے یہی دعا دے دیجئے میں پچھتاؤں گا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں سونے کے ڈھیر لگ جائیں۔"

۳- جوگی نے کہا کہ آج کے آٹھویں دِن سے جس چیز کو تو چھوئے گا وہ سونے کی ہوجائے گی- یہ کہہ کر جوگی چلا گیا- مہاجن نے آٹھ دن بڑی مشکل سے کاٹے اور وہ رات دِن اِسی سوچ میں رہتا تھا کہ کون سا دِن ہوگا کہ اُس کی مراد پوری ہوگی-

۴- جب آٹھواں دِن آیا تو مہاجن بڑا خوش ہوا جس چیز کو وہ چھوتا تھا وہ سونے کی ہوجاتی تھی- مگر تھوڑی دیر میں اِس نئی دولت سے مہاجن گھبرانے لگا کیونکہ اُس کے پہننے کے کپڑے بھی سونے کے ہوگئے اور اُس کو چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا-

۵- ایک دن مہاجن نے اپنی لڑکی کی گڑیاں چھو لیں وہ بھی سونے کی ہوگئیں- لڑکی اُس کے سامنے روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میری کپڑے کی گڑیاں مجھے منگا دو- مہاجن نے دلاسا دینے کے لئے لڑکی کو گود میں اُٹھا لیا- وہ بھی سونے کی ہوگئی- اِسی طرح مہاجن کا کھانا پینا بند ہوگیا جو نوالہ وہ ہاتھ میں اُٹھاتا وہ سونے کا ہوجاتا اور وہ بھوکا رہ جاتا-

۱۶- یہ حال دیکھ کر مہاجن بہت گھبرایا اور جوگی کی تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے۔ جب جوگی مِلا تو مہاجن اُس کے پیروں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اب آپ ایسی دُعا کیجئے کہ میری لڑکی زندہ ہو جائے اور آپ کی پہلی دُعا کا اثر جاتا رہے۔ جوگی نے مہاجن سے کہا کہ میں نے پہلے ہی تجھ سے کہا تھا کہ تو پچھتائے گا۔ مگر سونے کی لالچ نے تجھے اندھا کر دیا کہ تو نے میری بات نہ مانی۔ مگر یہ اچھّا ہوا کہ کچھ کھو کر تجھے سمجھ آگئی۔ یہ کہہ کر جوگی نے ایسی دعا دی کہ مہاجن کی لڑکی زندہ ہو گئی اور اُس کی پہلی دعا کا اثر جاتا رہا۔

۱۷- اچھّی جُتائی کا فائدہ

میکے - پولی - واقعی - شاید - ذریعہ - سراون - مفید

کہتے ہیں کہ کسی گانوٗں میں ایک کُرمی کے یہاں کہیں دُور سے ایک لڑکی بیاہ آئی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بھی گھر کی دوسری عورتوں کی طرح کام کاج کرنے لگی۔ ایک دِن

وہ آٹا گوندھ رہی تھی۔ جب آٹا تیّار ہوگیا تو وہ اُٹھ کر
کسی کام کو چلی گئی۔ اِتنے میں ایک کوّا آیا اور چونچ بھر
کے آٹا اُٹھا لے گیا۔ اُس عورت نے دُور سے کوّے کو
آٹا لے جاتے دیکھا اور وہیں بیٹھ کر رونے لگی۔ گھر
کی سب عورتیں جمع ہوگئیں اور اُس سے رونے کا
سبب پوچھنے لگیں۔ تب اُس نے کہا کہ میں اپنی قسمت
کو روتی ہوں کہ ماں باپ نے مجھے ایسے گھر بیاہ دیا
کہ جہاں کے مرد کسان تو ہیں پر کسان کا کام نہیں جانتے۔
ساس نندوں نے کہا کہ تم یہ کیا کہتی ہو ہمارے یہاں
کے مرد تو بڑی عمدہ کھیتی کرتے ہیں۔ تب اُس نے کہا کہ
اگر یہاں کے لوگ کسانی کرنا جانتے ہوتے تو کوّا آٹا کبھی
نہ لے جاتا۔ اِس پر سب ہنس پڑیں اور اُس سے پوچھا
کہ تمہارے میکے میں کس طرح کھیتی ہوتی ہے۔ اُس نے
کہا کہ ہمارے یہاں زمین ایسی اچھی طرح سے تیّار کی
جاتی ہے کہ اُس کے گیہوں کے آٹے میں اِس قدر لَس
ہوتا ہے کہ کوّا اگر چونچ ڈالے تو آٹے میں پھنس کر رہ جائے

کسی کو یہ سُن کر یقین نہ آیا اور سب ہنسنے لگے۔ اُس
عورت نے کہا کہ اگر تم لوگ میری بات جھوٹی سمجھتے ہو تو
میں تمھیں ایسا گیہوں پیدا کر کے دِکھا دوں گی کہ اُس کے
آٹے کو کوّا نہ لے جا سکے۔ ربیع کی بوائی کے بہت
پہلے اُس عورت نے گانوں کے قریب ہی ایک کھیت
پسند کیا اور اُس کو خوب صاف کرایا۔ برسات کے پہلے
ہی سے اُس کھیت کو جُتوانا شروع کر دیا۔ گانوں کے
آدمی دیکھتے تھے کہ یہ عورت ایک ہی کھیت میں اکثر
جُتائی کیا کرتی ہے اور اُس کو پاگل سمجھتے تھے۔ جب
کھیت اُس عورت کی سمجھ میں پوری طرح سے تیّار
ہو گیا تو اُس نے گانوں کے سب آدمیوں کو جمع کیا اور
کہا کہ تم مجھ پر ہنسا تو کرتے تھے اب میں تمھیں اِس کی
پہچان بتا دوں کہ کھیت کِس وقت تیّار ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر
اُس نے ایک پانی سے بھرا ہوا گھڑا لیا اور اُس کو کمر
سے اونچا اُٹھا کر بیچ کھیت میں چھوڑ دیا۔ مگر وہ ٹوٹا نہیں
اِس پر سب دیکھنے والوں کو تعجب ہوا اور اُس وقت

اُن کی سمجھ میں آیا کہ کھیت کو بار بار جوتنے سے یہ نفع ہوا کہ زمین اِس قدر پولی ہوگئی کہ اُس میں گھڑا نہ ٹوٹا مشہور ہے کہ جب گیہوں پیدا ہوا اور پیسا گیا تو اُس کے آٹے میں واقعی اِس قدر کَس تھا کہ اگر کوّا چونچ ڈالتا تو اُس کی چونچ پھنس جاتی۔ شاید یہ بات کچھ بڑھا کر کہی گئی ہو لیکن اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گیہوں کے لئے جس قدر جُتائی زیادہ کی جائے گی اُسی قدر زیادہ اور عُمدہ پیداوار ہوگی۔ تم نے کِسانوں کو کھیت جوتتے ہوئے تو اکثر دیکھا ہوگا لیکن یہ بھی سمجھتے ہو کہ جُتائی کیوں کی جاتی ہے۔ کسی پودے کو اگر تم زمین سے اُکھاڑ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اُس میں کئی جڑیں ہوتی ہیں۔ بیج جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تو اُس میں جڑیں پھوٹتی ہیں جو اپنی غذا کی تلاش میں زمین کے نیچے ہی نیچے چلی جاتی ہیں اور اُنھیں کے ذریعہ سے پودا اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔

ہمارے لئے جو کام ہاتھ اور مُنھ دیتے ہیں وہی کام پودوں کے لئے جڑوں سے ہوتا ہے۔ بیج اگر پتھر یا لکڑی

پر ڈالا جائے تو ہرگز نہیں جمتا۔اِس کا یہ سبب ہے
کہ جڑیں پتھر یا لکڑی کو توڑ کر زمین کے اندر نہیں جا سکتیں
اور نہ اپنی غذا پا سکتی ہیں اِس سے یہ صاف معلوم ہوتا
ہے کہ زمین جس قدر پولی ہوگی اُسی قدر زیادہ جڑوں کو
نیچے جانے میں آسانی ہوگی اور اُسی قدر زیادہ اُن کو غذا
مِل سکے گی۔سب جانتے ہیں کہ جس کو کھانے پینے کو کافی
ملتا ہے وہ طاقتور ہوتا ہے اور جو لوگ بھُوکے رہتے ہیں
وہ بہت دُبلے اور کمزور رہ جاتے ہیں۔اِسی طرح جن
پودوں کو زیادہ غذا ملتی ہے وہ بہت اچھّے ہوتے ہیں
اور اُن کی پیداوار بھی عُمدہ ہوتی ہے۔اور جن کو غذا کم
ملتی ہے وہ چھوٹے رہ جاتے ہیں اور اُن کی پیداوار
بھی کم ہو جاتی ہے۔جُتائی سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا
ہے کہ جوتے ہوئے کھیت میں جب پانی پڑتا ہے تو
بہت دُور تک نیچے کی مٹّی اُس کو سوکھ لیتی ہے۔اور
اگر کھیت کے اوپر پٹیلا یا سراون کر دیا جائے تو کھیت
میں نمی رہتی ہے۔اِس کے سوائے جس طرح ہماری

تمہاری زندگی کے لئے ہوا ضروری ہے۔ اِسی طرح پودوں کے لئے بھی ہوا ضروری ہے۔ جُتائی کرنے سے ہوا خوب اچھی طرح گہرائی تک پہونچ جاتی ہے اور یہ پودوں کے بڑھنے کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ جن پودوں کی جڑیں دُور تک زمین میں نہیں جاتیں اُن کے لئے بہت پولی زمین کی ضرورت نہیں ہے اور اِسی لئے اُن پودوں کے بونے کے واسطے زمین کی زیادہ جتائی نہیں کرتے۔

۱۸۔ ایک چالاک لومڑی

بارئی

۱۔ ایک جنگل میں ایک شیر رہتا تھا اور جس جانور کو پاتا تھا اُسے چیر پھاڑ کر کھا جاتا تھا۔ ایک دن جنگل کے جانوروں نے آپس میں پنچائت کی اور شیر سے کہا کہ اگر تو اِس بات کا وعدہ کرے کہ ایک دن میں ایک سے زیادہ جانور کی جان نہ لے گا تو ہم تیرے کھانے کے لئے ایک شکار روز بھیج دیا کریں۔

۲۔ شیر اِس بات پر راضی ہوگیا۔ بیچارے جانوروں

میں سے کوئی نہ کوئی روز شیر کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور وہ اُسے مار کر کھا جاتا تھا۔

۳۔ ایک روز لومڑی کی باری آئی۔ لومڑی نے سوچا کہ ایسا کام کرنا چاہئیے کہ جان بچ جائے۔ یہ سوچ کر لومڑی شیر کے پاس گئی مگر دیر میں پہونچی۔ شیر غصہ میں بیٹھا تھا لومڑی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تو اتنی دیر میں کیوں آئی۔

۴۔ لومڑی نے جواب دیا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے میں تو اپنے گھر سے ٹھیک وقت پر چلی تھی رستہ میں ایک دوسرا شیر مل گیا اُس نے مجھے روک لیا۔ یہ سُن کر شیر کا غصہ اور بڑھ گیا اور لومڑی سے کہنے لگا کہ اس جنگل میں دوسرے شیر کو کس نے آنے دیا یہاں تو میرا راج ہے۔

۵۔ لومڑی نے کہا کہ تو میرے ساتھ چل تو میں تجھے بتا دوں کہ دوسرا شیر کہاں رہتا ہے۔ شیر لومڑی کے ساتھ ہولیا اور رستہ بھر اسی سوچ میں تھا کہ اس جنگل میں دوسرا شیر کس طرح آگیا۔

۶۔ لومڑی شیر کو ایک پرانے کنوئیں کے پاس لے گئی

اور کہنے لگی کہ دوسرا شیر اِسی کے اندر رہتا ہے۔ شیر نے کنوئیں میں جھانکا تو اُسے اپنی پرچھائیں دکھائی دی۔ وہ پرچھائیں کو اصلی شیر سمجھ کر اُس سے لڑنے کے لئے کنوئیں میں کود پڑا اور ڈوب کر مرگیا۔

۷۔ شیر کا کنوئیں میں کودنا تھا کہ لومڑی بھاگ گئی۔ تمام جنگل کے جانوروں میں لومڑی کی چالاکی کی خبر پھیل گئی۔ سب جانور لومڑی سے بہت خوش ہوئے کہ اُس نے اپنی بھی جان بچائی اور دوسروں کو بھی شیر کے پنجہ سے چھڑایا۔

۱۹۔ جیسا بیج ویسا پھل

غنیمت۔ نا اُمید۔ خوشحال۔ موسم

کہتے ہیں کہ کِسی زمانہ میں ایک لڑکا تھا۔ اُس کو چڑیوں کے پالنے کا بہت شوق تھا۔ بہت دنوں سے وہ یہ چاہتا تھا کہ کہیں سے مور کا بچّہ مِل جائے تو پالوں۔ مور کا بچّہ جب اُس کو نہ ملا تو تنگ ہوکر اُس نے یہ ارادہ کرلیا کہ کہیں سے کوئی انڈا ہی مِل جائے تو وہ اُس کو

طرح طرح کے رنگوں میں رنگ کر کبوتر کے نیچے بٹھائے۔
شاید اِسی طرح سے مور کا بچّہ اُس میں سے نکل آئے۔
اُس کو ایک دن کوّے کا انڈا مِل گیا اُس نے اُسی کو
بہت غنیمت سمجھا اور اُس کو اچھے اچھے رنگوں میں ڈبوکر
جو سب سے اچّھا کبوتر کا جوڑا اُس کے پاس تھا اُس کے
نیچے بٹھا دیا اور کبوتر کے انڈے اُٹھا کر پھینک دئے۔
تھوڑے دنوں کے بعد جب بچّہ نکلا تو وہ لڑکا نا اُمید
ہوگیا۔کیونکہ کوّے کے انڈے سے کوّے ہی کا بچّہ نکل
سکتا ہے۔پھر بھی لڑکے کو یقین نہ آیا۔سمجھا کہ بڑھ کر
شاید وہ مور کا بچّہ ہو جائے۔تھوڑے دنوں اور اُس
کوّے کے بچّہ کی خاطر کی۔لیکن جب اُس کا کالا کالا
رنگ اور بُری شکل اچّھی طرح دِکھائی دینے لگی تو اُس نے
ایک روز غصّہ میں آکر اُس کو پھینک دیا۔ تم سب
کہوگے کہ سچ مچ وہ لڑکا بڑا بیوقوف تھا کہ رکھا تو کوّے کا
انڈا اور اُمید کرتا تھا کہ مور کا بچّہ نکلے گا۔لیکن وہ تو خیر
لڑکا ہی تھا بہت سے کِسان خراب گُھنا ہوا بیج بو دیتے

ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اُس سے اچھی فصل پیدا ہو۔ کیا یہ کم عقلی کی بات نہیں ہے۔ جیسا بیج ہوگا ویسا ہی تو پودا نکلے گا۔ اگر اچھے پودے کا بیج لیا گیا ہے۔ تو اُس کی مثال ایک خوشحال آدمی کے لڑکے کی ہے۔ جس طرح لڑکے کو خوراک اچھی ملتی ہے تو وہ زیادہ موٹا تازہ ہوتا ہے اسی طرح جو بیج اچھی زمین پر بوئے جاتے ہیں اور جن کو اچھی طرح سے کھاد دی جاتی ہے اُن کے پودے زیادہ تندرست ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو خراب زمین میں ہوتے ہیں اور کھاد نہیں پاتے تو وہ کمزور رہ جاتے ہیں۔ جو اثر لڑکوں پر تعلیم کا پڑتا ہے وہی اثر پودوں پر زمین کے جوتنے کا پڑتا ہے۔ اگر کسی بھلے مانس کا لڑکا خراب لوگوں کی سنگت میں رہتا ہے تو وہ بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر پودوں کی شروع میں اچھی طرح سے خدمت نہیں کی جاتی تو وہ بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اور اگر برسات نہ ہوئی یا کوئی اور بیماری کسی طرح سے پھیل گئی تو پودے جاتے رہتے ہیں۔ اگر بیج اچھا بویا جائے

اور زمین بھی اچھی ہو اور موسم بھی اچھا رہے تو کوئی سبب نہیں ہے کہ اچھی فصل نہ حاصل ہو۔ اچھا بیج وہ ہے جو خوب پکے ہوئے پودے سے لیا جائے۔ اُس کی پہچان یہ ہے کہ دانہ خوب موٹا اور بھاری ہو۔

کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ دانے کے موٹے اور بھاری ہونے میں کیا فائدہ ہے۔ جب بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو تھوڑے دنوں جب تک اُس کی جڑیں اِس قابل نہ ہو جائیں کہ زمین کے اندر سے اپنی خوراک حاصل کر سکیں اُس وقت تک چھوٹا پودا اپنی خوراک بیج ہی میں سے لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر بڑا بیج ہوگا تو اُس میں سے زیادہ خوراک مِل سکے گی اور اگر پتلا ہوگا تو کم خوراک حاصل ہوگی۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جو بچے بچپن میں دُبلے ہوتے ہیں وہ اکثر ہمیشہ کے لئے ویسے ہی رہ جاتے ہیں۔ پھر کتنا ہی اُن کو کھلاؤ پلاؤ اچھی طرح سے طاقت نہیں آتی۔ بس بالکل یہی حالت پودوں کی بھی ہوتی ہے۔ جو پودے پہلے کمزور ہو جاتے ہیں

پھر وہ بہت مشکل سے زوردار ہو سکتے ہیں۔ خراب بیج وہ ہے کہ جو بہت دِنوں کا رکھا ہوا ہو یا جس کا دانہ کسی طرح سے بھیگ گیا ہو یا جس کو گھُن یا اور کسی کیڑے سے نقصان پہونچ گیا ہو۔ بہت دنوں رکھنے سے بیج کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔ کیڑوں کے کھائے ہوئے غلّہ میں چونکہ نئے پودے کی خوراک کم ہوجاتی ہے اور دوسرے سردی گرمی اُس کے اندر اپنا اثر کرجاتی ہے اس لیئے وہ بھی اچھی طرح سے نہیں اُگتا۔ جو اچھے کسان ہیں وہ اکثر ایک سال کا غلّہ دوسرے سال کے بیج کے لیئے رکھ چھوڑتے ہیں۔ ہاں جس سال فصل میں کوئی خاص بیماری پیدا ہوجاتی ہے اُس سال البتہ وہ ایک سال کا غلّہ دوسرے سال نہیں بوتے ہیں بلکہ کسی اور جگہ کا اچھا بیج لے کر بوتے ہیں۔

بیج میں یہ ایک خاص بات ہے کہ بار بار ایک ہی بیج کو بونے سے کمزور ہوجاتا ہے۔ یعنی اگر اِس سال کسی نے پارسال کا بیج بویا اور اُس میں سے پودے نکلے۔ پھر اُنھیں پودوں کا دانہ آیندہ سال بیج کے کام میں لایا گیا۔

اگر ایسا ہی برابر بیسں پچیس سال تک کیا جاتا ہے تو ایسے بیج سے کمزور پودے اُگنے لگتے ہیں۔

جس طرح اس بات کی ضرورت ہے کہ لڑکے کو اچھی خوراک دی جائے اور اچھی تعلیم ہو۔ اسی طرح بیج کے لئے بھی یہ چاہیئے کہ اچھی زمین پر بویا جائے اور اچھی طرح سے دیکھ بھال کی جائے۔

۲۰۔ تاج محل

عمارت۔ روضہ۔ نفیس۔ شک۔ سنگ مرمر

۱۔ آگرہ میں ایک عمارت ہے جس کو تاج بی بی کا روضہ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں اس سے زیادہ خوبصورت عمارت اور کہیں نہیں ہے۔ دُنیا میں شاید ہی کوئی اور عمارت ہو جو تاج محل کے برابر عُمدہ اور خوبصورت ہو۔

۲۔ اس روضہ میں شاہ جہاں کی پیاری بیگم ممتاز محل کی قبر ہے۔ شاہ جہاں کو عمارتیں بنوانے کا بڑا شوق

جب اُس کی بیگم ممتاز محل کا اِنتقال ہوا تو اُسے بہت رنج ہوا اور اپنی محبّت کے جوش میں اُس نے اُس کی قبر پر ایسی عمارت بنوائی جس کی دُنیا بھر میں دھوم ہے۔
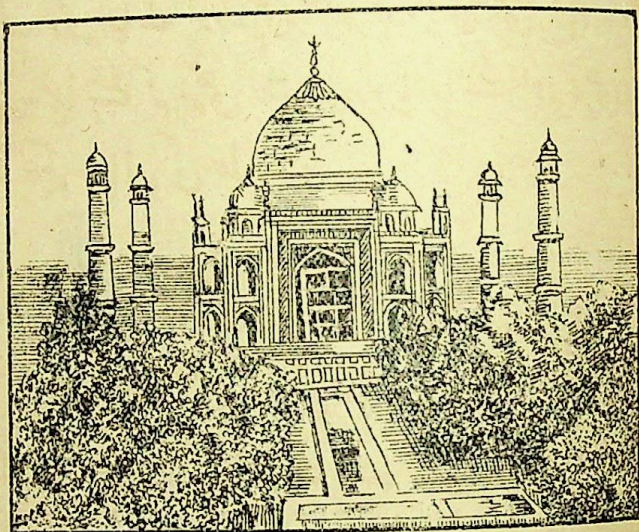
۳۔ تاج محل کی عمارت نہایت نفیس اور صاف سنگ مرمر کی بنی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ تین کروڑ روپیہ اِس کے بنوانے میں خرچ ہوا ہے۔ یہ عمارت بائیس برس میں بن کر تیار ہوئی تھی اور بیس ہزار مزدور اِس میں کام کرتے تھے۔

۴- عمارت کے چاروں طرف ایک بہت عمدہ باغ ہے۔ جس میں جابجا سنگِ مرمر کے حوض اور فوّارے بنے ہوئے ہیں۔ روضہ کی دیواروں میں کئی رنگ کے قیمتی پتھر اور نگ اِس صفائی سے جڑے ہوئے ہیں کہ کہیں جوڑ کا شک بھی نہیں ہوتا۔ رنگ رنگ کے پتھروں سے پھول پتّوں کا اصلی رنگ ظاہر کیا ہے۔ چاندنی رات میں اِس عمارت کی خوبی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور دُور سے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سانچے میں ڈھال کر بنائی ہے۔

۲۱- بیج سے پودے کس طرح اُگتے ہیں

فلالین - روز بروز - کونپل - بُرادہ - ممکن

۱- اگر تم خود کچھ بیج بوکر دیکھو تو تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے کہ بیج سے پودے کس طرح اُگتے ہیں۔ ایک تھالی میں تھوڑا سا پانی بھرو اور تھالی پر فلالین کا ٹکڑا اِس طرح پھیلا دو کہ وہ ایک جگہ پانی سے مِلا رہے۔ فلالین

اوپر کچھ رائی کے بیج چھٹک دو اور ہر روز دیکھتے رہو کہ کیا ہوتا ہے۔

۲۔ دو دِن کے بعد تم کو دکھائی دے گا کہ چھٹکنے کے پہلے جیسے بیج تھے اب اُس سے زیادہ بڑے اور ملائم ہو گئے ہیں۔ پانی سوکھ لینے سے بیج بڑے اور ملائم ہو گئے۔ بیجوں کو بڑھنے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ تیسرے روز تم دیکھو گے کہ بہت سے بیجوں میں سے چھوٹی چھوٹی جڑیں نکل آئی ہیں جن کے ذریعہ سے وہ فلالین میں چمٹ گئے ہیں۔

۳۔ چوتھے روز اگر تم بیجوں کو غور سے دیکھو گے تو تم کو معلوم ہوگا کہ بہت سے بیجوں میں سے کوئی دو چھوٹے چھوٹے پتّے نکل آئے ہیں۔ کوئی پتّا سفید اور کوئی اوپر سے سفید اور نیچے سے کسی قدر لال ہے۔ یہ پتّے بیج سے پیدا ہوتے ہیں جو خوراک پہلے سے بیج میں تھی اُسی سے یہ پتّیاں نکلی ہیں۔ فلالین پر سے ایک بیج اُٹھا کر دیکھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ جڑ کے اوپر چھوٹے چھوٹے بہت سے روئیں ہیں۔ اِنھیں چھوٹے چھوٹے روؤں کے ذریعہ سے پودا پانی سوکھ لیتا

ہے۔ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ پتّے روز بروز ہرے ہوتے جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی پتّوں کو ہرا کر دیتی ہے۔

۴۔ چھوٹے پودے کو ہر روز دیکھتے رہو۔ تم کو پہلے دو پتّوں کے بیچ میں سے ہری ہری کونپل نکلتی ہوئی دکھائی دے گی اور پھر اِس سے دو اور پتّے بن جائیں گے۔ اِن پتّوں کے بیچ میں سے چھوٹی سی کونپل اور نکلے گی جس میں سے اور پتّے نکل آئیں گے رائی کا چھوٹا پودا اسی طرح سے بڑھتا جاتا ہے۔

۵۔ اب سیم کے بیج کو بو کر دیکھو ایک صندوق میں جو بہت گہرا نہ ہو۔ قریب قریب چار انچ لکڑی کا بُرادہ بھر دو بُرادے میں سیم کے بیج اِس طرح سے بو دو کہ وہ ڈھکے رہیں۔ بُرادے کو تر رکھو دو دو دن کے بعد بیجوں کو نکال کر دیکھا کرو۔ سیم کے بیج رائی کے بیجوں سے دیر میں اُگیں گے ممکن ہے کہ سیم کے پتّے دو ہفتے میں نکلیں۔

۶۔ پہلے تم کو جڑ ایسی معلوم ہوگی جیسی شکل نمبر ا میں بنی ہوئی ہے۔

دو ایک روز میں کچھ اور جڑیں نکل آئیں گی اور
پودے کی شکل ایسی ہو جائے گی جیسی شکل نمبر۲ میں ہے۔

شکل نمبر۱ شکل نمبر۲ شکل نمبر۳
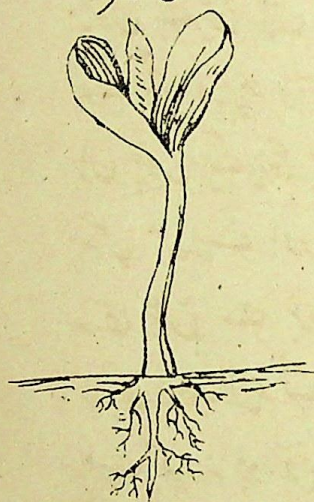
تنہ بڑھتا جاتا ہے نیچے کی طرف جڑ ہوتی ہے۔
اور اُوپر کی طرف وہ حِصّہ ہوتا ہے جس کو اِس سے
پہلے سبق میں دیول یا دال کہا ہے۔ لیکن تم کو معلوم
ہوگا کہ دیول پتلی ہوتی جاتی ہیں کیونکہ چھوٹا پودا دیول
ہی سے اپنی خوراک لیتا رہتا ہے۔ تھوڑے دِنوں
کے بعد تنے کے بڑھنے کی وجہ سے دیول اُوپر ہوا میں

آجاتی ہیں اور اُن کے بیچ میں ایک نئی کونپل پھوٹ آتی ہے جیسا کہ شکل نمبر ۳ میں دکھایا گیا ہے۔ آخر مین اِس کونپل میں سے اصلی پتّے نِکل آتے ہیں۔

۔ جو جو تبدیلیاں تم نے رائی اور سیم کے بیج میں ہوتی ہوئی دیکھی ہیں وہ سب اُن تمام بیجوں میں ہوتی ہیں جو زمین میں بوئے جاتے ہیں۔ یعنی جب پانی بیجوں تک پہونچتا ہے تو وہ پہلے پھول جاتے ہیں پھر اُن میں سے چھوٹی سی جڑ نکلتی ہے اور جلد ہی چھوٹا سا تنہ بڑھنے لگتا ہے۔ اور چھلکا توڑ کر زمین کے باہر انکھوا پھوٹ کر نکلتا ہے۔

۹۔ سورج کی گرمی سے پتّے ہرے ہوجاتے ہیں۔ چھوٹا پودا پتّوں کے ذریعہ سے سانس لیتا ہے اور جڑ کے ذریعہ سے زمین سے کھانا اور پانی حاصل کرتا ہے۔ اِس طرح چھوٹے بیج سے پودا پیدا ہوجاتا ہے۔ جو ہردم بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑا درخت بن جاتا ہے۔

۲۲-اپنا کام اپنے ہاتھوں خوب ہوتا ہے

شہتیر-ترقی

ایک مُلک کا نام امریکہ ہے-اُسے "نئی دُنیا" بھی کہتے ہیں-بہت دِنوں کی بات ہے کہ وہاں ایک بڑی لڑائی ہو رہی تھی-لڑائی کے دِنوں میں ایک جمعدار اپنے سپاہیوں سے کام لے رہا تھا-اُس نے مزدوروں کو ایک بہت بھاری شہتیر اُٹھانے کا حکم دیا اور آپ دُور جاکر کھڑا ہوگیا-وہ دُور ہی سے کھڑا کھڑا کہہ رہا تھا کہ زور لگاؤ زور لگاؤ-مگر اُس نے خود شہتیر اُٹھانے میں مدد نہیں دی

جب یہ جمعدار چِلّا رہا تھا تو اُس وقت وہاں ایک اور افسر آیا-یہ افسر وردی پہنے ہوئے نہیں تھا اِس لئے کسی نے اُس کو نہیں پہچانا-اِس افسر نے جمعدار سے کہا "دیکھو! شہتیر بہت بھاری ہے تم بھی اِس کے اُٹھانے میں سپاہیوں کی مدد کرو"-جمعدار نے اکڑ کر جواب دیا کہ میں جمعدار ہوں!-افسر نے کہا "مجھے معاف کرو-میں نہیں جانتا تھا کہ تم اِن کے افسر ہو"

اِتنا کہہ کر اُس افسر نے اپنا کوٹ اور ٹوپی اُتار کر دونوں
الگ رکھ دئے اور جاکر سپاہیوں کو شہتیر اُٹھانے میں
مدد دینے لگا۔ اُس نے ایسا زور لگایا کہ وہ پسینے میں تر ہو گیا۔
جب شہتیر اُٹھ گیا تو یہ افسر جمعدار سے کہنے لگا کہ جمعدار
صاحب! جب آپ کو ایسا ہی کوئی اور کام کرنا پڑے اور
آدمیوں کی کمی ہو تو اپنی فوج کے بڑے افسر کو خبر دے دینا
میں آکر آپ کی مدد کروں گا۔ جمعدار کو جب یہ معلوم ہوا
کہ یہ آدمی فوج کا بڑا افسر ہے اور اِس کا نام جارج واشنگٹن
ہے تو وہ بہت گھبرایا اور معافی مانگنے لگا۔

لڑکو! جو کوئی بڑا آدمی ہونا چاہتا ہے اُس کو چاہئے
کہ جو کام وہ آپ کرسکتا ہے اُس کو دُوسروں سے نہ کرائے
اور اگر دُوسروں سے لے تو آپ بھی مدد دے۔ اِس طرح
سب کام اچھا ہوگا۔ اُس جمعدار نے کچھ ترقی نہیں کی۔
مگر جارج واشنگٹن بہت بڑا آدمی ہوا ہے۔ آج تک
وہاں کے لوگ عزت کے ساتھ اُس کا نام لیتے ہیں۔

۲۳ - پودھا

علیحدہ - اِنسان - حیوان

۱- دُنیا میں کروڑوں پودھے ہیں - اُن کی صورت اور اُونچائی الگ الگ ہوتی ہے - بعض تاڑ کی طرح بہت اونچے اور بعض گاجر کی طرح چھوٹے ہوتے ہیں اور بعض باجرہ کی طرح بہت پتلے اور بعض آم کی طرح بہت موٹے ہوتے ہیں - اگر تم کپاس - مٹر - پیپل - شیشم - یا بانس کے پودھوں کو دیکھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ ایک دوسرے میں کتنا فرق ہے -

۲- اِسی طرح تمھارے درجے کے لڑکوں میں بھی فرق ہے - اگرچہ دیکھنے میں ان کی صورتیں بالکل ایک سی نہیں ہیں - لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِن کے بدن کی بناوٹ ایک ہی طرح کی ہے - کیونکہ سب لڑکوں کے جسم - سر - ہاتھ - پاؤں ہوتے ہیں -

۳- اِسی طرح درختوں میں بھی حصّے ہوتے ہیں - اُستاد تم کو چند پودھے دکھائیں گے - اِن پودھوں میں تین علیحدہ علیحدہ حصّے ہیں - اِن حصّوں کو جڑ - تنہ اور پتّے

کہتے ہیں۔ آگے بنی ہوئی شکل میں پورا پودھا اور اُس کے تینوں حِصّے دکھائے جاتے ہیں۔

۴۔ بعض درختوں میں اور بھی حِصّے ہوتے ہیں جیسے امرود۔ آم۔ بیر۔ اور سنترہ کے درختوں میں پھل ہوتے ہیں۔ اور اُرد۔ مٹر اور چنے میں بیج ہوتے ہیں۔ بعض پودھوں میں پھُول ہوتے ہیں جیسے گلاب۔ کپاس۔ پوست اور رائی۔ اگرچہ اکثر پودھوں میں پھل پھول بیج اور پتّے ہوتے ہیں۔ لیکن تم جانتے ہو کہ یہ سب چیزیں پورے سال نہیں رہتیں۔

۵۔ جڑ کی وجہ سے پودھا زمین میں خوب گڑا رہتا ہے۔ لیکن جڑ سے پودھے کو اور بھی فائدے ہوتے ہیں۔ پودھا ایک زندہ چیز ہے وہ ہر روز بڑھتا ہے اور اُس کو کھانے اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جڑ زمین سے پودھے کو کھانا اور پانی پہونچاتی ہے۔

۶۔ اگر پودھے نہ ہوتے تو اِنسان اور حیوان کیا کھاتے؟ اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ پودھوں کے حِصّے کس طرح کھانے کے کام میں آتے ہیں۔

۷۔ کچھ ایسے پودھے ہیں جن کی جڑیں کھائی جاتی ہیں۔ جیسے شلجم۔ گاجر۔ مولی۔ شکرقند وغیرہ۔ کیا سوکھی اور ہری گھاس جس کو مویشی کھاتے ہیں۔ پودھے کے تنے نہیں ہیں؟ صرف جانور ہی مثل بکری کے پودھوں کی پتّیاں نہیں کھاتے بلکہ بند گوبھی اور پیاز جو آدمی کھاتے ہیں وہ بھی پتّے ہی ہیں۔ تم شاید ایسے پودھوں کے پھلوں کو جیسے سنترہ۔ لیمو۔ سب سے زیادہ پسند کرتے ہو۔ لیکن اِنسان کو پودھوں کے بیج کی سب سے

زیادہ ضرورت ہوتی ہے جیسے گیہوں - جو - ارہر - اُرد - مٹر - چنا - مُونگ - بغیر اِن کے ہم بھوکوں مرجاتے - پودے نہ ہوتے تو انسان اور حیوان کیونکر زندہ رہتے۔

۲۴ - اہلیا بائی

پوجا پاٹ - بھوجن - فریاد - سبیل
دھرماتما - چتا - تسکین - اوتار

یہ مشہور رانی ۱۷۳۵ء میں مرہٹوں کے خاندان میں پیدا ہوئی اور کھنڈے راؤ ہلکر سے بیاہی گئی - لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد بیوہ ہوگئی اور اپنے سسر ملہر راؤ ہلکر کے بعد راج پاٹ کی مالک ہوئی - گنگا دھر وزیر کو اہلیا بائی کی بڑھتی دولت پسند نہ آئی - مگر مجبور تھا کیونکہ گدی کا وارث اِس کے سوا اور کوئی نہ تھا پھر بھی وہ اپنی چالوں سے باز نہ آیا - اُس نے راگھو کو جو گدی کا دعویدار تھا بھڑکا کر لڑائی پر آمادہ کیا - اہلیا بائی وزیر کے تیور دیکھتے ہی پہچان گئی تھی کہ یہ

سلطنت میں خرابی ڈالے گا۔ وزیر کو خبر بھی نہ ہوئی اور اِس نے چُپکے ہی چُپکے مہاراجہ سیندھیا اور پیشوا دونوں کو مِلا لیا۔ راگھو لڑائی کو اُٹھا تو اِنھیں دونوں سے مدد مانگی۔ وہ پہلے ہی رانی کو زبان دے چکے تھے۔ راگھو مُنھ تکتا رہ گیا اور اہلیا بائی تیتیس برس کی عمر میں ۱۷۶۵ء میں ہلکر کی گدّی پہ بیٹھی اور ایسا انتظام کیا کہ رعیّت بہت خوش ہو گئی۔

بھیل اور گونڈ جو چاروں طرف ڈاکے مارتے پھرتے تھے اُن سے ایسی مہربانی اور عنایت سے پیش آئی کہ اُنھوں نے چوریاں اور ڈاکے سب چھوڑ دیئے۔ مالگزاری اِتنی کم کردی کہ زمیندار رات دن دُعائیں دیتے اور خوش رہتے۔ اندھیرے مُنھ اُٹھتی پوجا پاٹ کرتی اور اپنے ہاتھ سے برہمنوں کو بھوجن دیتی پھر آپ کھاتی۔ نو بجے سے شام کے چھ بجے تک دربار کرتی اور فریادیوں کی فریاد سُن کر اِنصاف کرتی۔ اُس وقت امیر و غریب چھوٹا بڑا جو چاہتا بے روک ٹوک حاضر ہوتا اور اپنا مطلب

بیان کرتا۔ چھ بجے کے بعد پُران پڑھتی۔ رات کے نو بجے سے گیارہ بجے تک دوسرا دربار کرتی اور اِس خوبی سے مُقدمے فیصل کرتی کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوجاتا۔ وہ پردہ بالکل نہ کرتی تھی اور بھرے دربار میں سب کے سامنے بیٹھ کر آپ فیصلہ کرتی تھی۔ سارے راج میں اُس کے اِنصاف کی دھوم تھی۔ نوکر ایسے چھانٹ کر رکھتی کہ کسی حال اور کسی وقت میں ایمان کو ہاتھ سے نہ دیتے۔

اہلیا بائی کچھ خوبصورت عورت نہ تھی۔ مگر تعلیم نے اِس کی صورت کو چار چاند لگا دئے تھے۔ اِندور جو اصل میں ایک معمولی گاؤں تھا۔ اِس کی بدولت ایک مشہور شہر بن گیا۔

دکن میں پانی کی بہت کمی تھی گرمی کے دِنوں میں ندیاں سوکھ جاتیں اور رعیّت بہت پریشان ہوتی۔ اہلیا بائی گرمی شروع ہونے سے پہلے ہی سبیلیں اور پیاؤ لگوا دیتی تھی۔ سڑکوں پر آدمی پانی لئے تھوڑی تھوڑی دُور پر موجود رہتے کہ مسافر پیاس کی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ جاڑے میں اپنے ہاتھ سے محتاجوں کو کپڑے پہناتی اور

کھانا کھلاتی۔ آپ سادی چال سے رہتی اور اپنے اوپر
بہت کم خرچ کرتی۔ دھرم شالے۔ مندر۔ کنوئیں۔ تالاب
اِس کثرت سے بنوائے کہ آج تک اُس کا نام قائم
ہے۔ جگنّاتھ۔ بنارس۔ گیاجی۔ کیدار ناتھ۔ دوارکا۔ ہر تیرتھ
پر اِس رانی نے مندر بنوائے۔

بنارس کا نیا مندر بشیشر ناتھ کا اہلیا بائی کا بنوایا ہوا
ہے۔ اِسی دھرماتما رانی نے ۱۷۶۷ء میں دریا کے
بائیں کنارے اپنی راجدھانی اندور کو آباد کیا اور بہت
سے قلعے گڑھیاں علاقوں میں بنوائیں۔ بندھیاچل کے
پاس ایک ایسی پکّی سڑک بنوائی کہ آنے جانے والے
اُس کو دُعائیں دیتے ہیں۔ اہلیا بائی کا ایک لڑکا تھا
جس کو وہ بہت چاہتی تھی۔ مگر وہ پاگل ہوکر مر گیا۔ بیٹے
کی موت نے اُس کو بہت دُکھ دیا۔ ابھی یہ رنج دل
پر بیٹھا ہوا تھا کہ بیٹی رانڈ ہوگئی اور گو ساری دُنیا ہی
نے اُس کو سمجھایا۔ خود اہلیا بائی بھی دلاسا دیتی رہی
مگر وہ ستی ہوگئی۔ اہلیا بائی اپنی آنکھ سے اپنے کلیجے کے

ٹکڑے کو اس طرح چتا میں جلتا دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑی
جب ہوش میں آئی تو برہمنوں نے نربدا میں اشنان
کرایا۔ مگر اُس کے دل کو تسکین نہ ہوئی۔ اُس نے
تکاجی ہلکر کو جو ایک سپاہی تھا اپنا بیٹا بنایا جس کی
اولاد اب تک اندور کی گدّی پر موجود ہے۔

اہلیا بائی میں یوں تو بہت سی باتیں تعریف کے
قابل تھیں مگر سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ وہ خوشامد
سے بہت چڑھتی تھی۔ ایک پنڈت نے اُس کی تعریف میں
ایک کتاب لکھی اور پڑھ کر سنائی۔ اہلیا بائی دیر تک
سنتی رہی اور جب سن چکی تو کہا "میں عورت ذات
ہوں ہرگز ہرگز ایسی تعریف کے قابل نہیں ہوں"
یہ کہہ کر کتاب ہاتھ میں لی اور حکم دیا کہ نربدا میں بہا دو۔
اہلیا بائی ایسی حکومت کر گئی کہ آج تک مالوہ کے لوگ
اُس کو اوتار مان کر پوجتے ہیں۔

اِس نے ۱۷۹۵ء میں ساٹھ برس کی عمر پا کر
انتقال کیا۔

۲۵- پودھوں کے پتّے یا پتّیاں

دلچسپ سطح

۱- تم پڑھ چکے ہو کہ پودھے جاندار ہوتے ہیں اور زندگی کے لئے اُن کو کھانے اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے- لیکن یہ بتلاؤ کہ تم کو کھانے اور پانی کے سوا زندہ رہنے کے لئے اور کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟ تم کو ہوا کی ضرورت ہے اِسی طرح پودھوں کو بھی ہوا چاہیئے- زندہ رہنے اور بڑھنے کے لئے اُن کو کھانے اور سانس لینے کی ضرورت ہے- پتّوں کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے راستہ سے پودھے سانس لیتے ہیں- اِس سے تم کو معلوم ہوگا کہ پتّا پودھے کا بڑا ضروری حِصّہ ہے-

۲- پتّوں کی شکل میں بڑا فرق ہوتا ہے- کئی طرح کے پودھوں کے پتّے لاؤ اور اُن کی شکل کو دیکھو- برگد کا پتّا لے آؤ تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ

گول ہوتا ہے۔ کانس اور مکّا کے پتّے دیکھو یہ لمبے
اور کم چوڑے ہوتے ہیں۔ تم کو معلوم ہوا کہ پودھوں
کی پتّیوں کی شکل میں کتنا فرق ہے۔

۴۳۔ لیکن پتّوں میں ایک اور طرح کا بھی فرق
ہوتا ہے۔ پیپل اور شیشم کے پتّوں کا مقابلہ کرو۔

آم۔ پیپل۔ کیلے کے پتّے سادے ہوتے ہیں اور اُن میں
حصّے نہیں ہوتے لیکن نیل۔ شیشم اور چنے کے پتّوں
میں الگ الگ حصّے ہوتے ہیں۔

آم کا پتّا

شیشم کا پتّا

پیپل کا پتّا
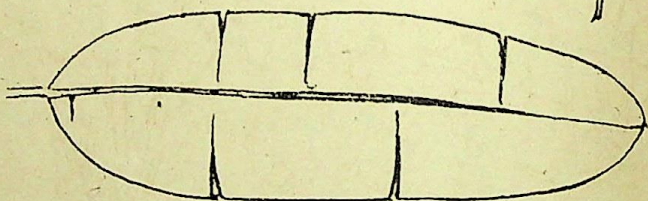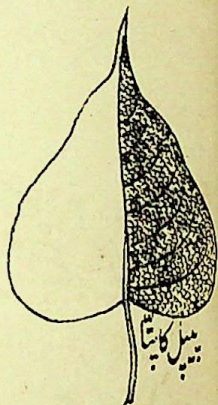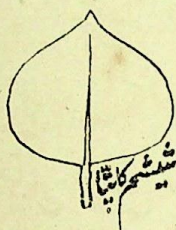
کیلے کا پتّا
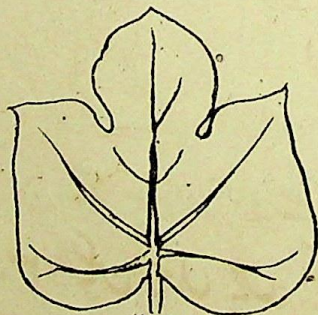
نیل کا پتّا

چنے کا پتّا

۴۔ اب تُم اگر اور دھیان سے دیکھو تو پتّوں میں اور بھی فرق معلوم ہوگا۔ پتّوں کے کِناروں میں فرق ہوتا ہے۔ گلاب ارنڈ یا شہتوت کے پتّوں کے کناروں کو دیکھو
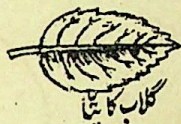
گلاب کا پتّا

اُن کے پتّوں کے کِنارے آری کے دانتوں کی طرح کٹے ہوتے ہیں۔ لیکن بعض پودھوں کے پتّوں کے کنارے سپاٹ ہوتے ہیں۔

اِس طرح کے بعض پودھے یہ ہیں آم۔ بانس۔ مکّا

مکّا کا پتّا　　بانس کا پتّا

لیکن اِن کے سوا اور پودھے بھی اِسی میل کے ہیں۔

۵۔ لیکن تم کو پتّوں میں اب بھی وہ بات دیکھنی ہے۔ جو سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔

پیپل کے پتّے کو ہاتھ میں لو اور اُس کی سطح کو غور سے دیکھو
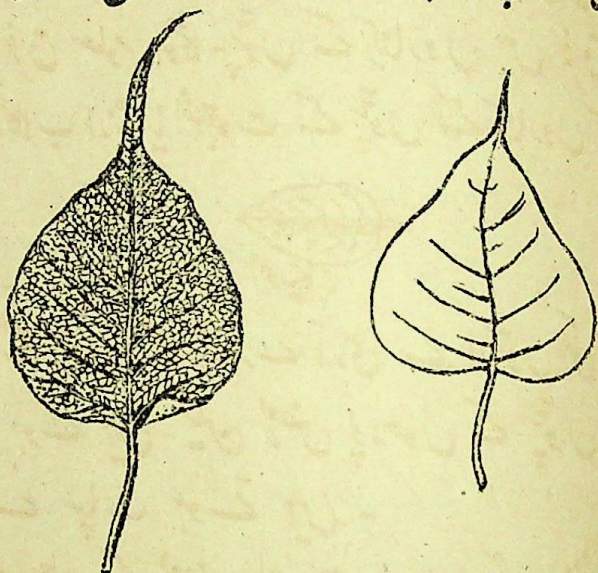
کیا تُم کو تمام سطح پر تاگے سے پھیلے ہوئے نہیں معلوم ہوتے؟ تم کو تعجّب ہوگا کہ یہ کیا ہے۔ یہ پتّے کی نسیں ہیں جو اُس میں تمام جگہ پانی پہونچاتی ہیں۔ پیپل کے پتّے کی نسیں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ کدّو اور خربوزہ کے پتّوں کی نسیں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں۔ لیکن تم کسی کھیت میں جاؤ اور گھاس کی پتّی کو دیکھو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ گھاس کی پتّی

میں نسیں سیدھی سیدھی ہیں۔ اسی طرح اگر تم کیلے یا بانس کے پتّوں کو دیکھو تو تم کو اُن میں بھی سیدھی سیدھی نسیں دکھائی دیں گی۔

۶۔ پتّوں کی نسوں کے دکھلانے کا ایک بہت اچّھا طریقہ یہ ہے کہ پیپل یا برگد کے کچھ پتّے لے کر ایک ایسے برتن میں رکھو جس میں پانی بھرا ہو اور پتّوں کو کئی ہفتے تک پانی میں پڑا رہنے دو۔ پھر اُس کے بعد اگر تم اُن کو دیکھوگے تو وہ بہت نرم معلوم ہوں گے پتّوں کے اوپر کی مُلائم ہری چیز کو چھیل ڈالو تو تم کو نسیں خوب صاف دکھائی دیں گی۔

۷۔ اب تم کو پتّوں کا حال بہت کچھ معلوم ہوگیا۔ جب کبھی جنگل کی طرف جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ طرح طرح کے پتّوں کو تلاش کرو اور اُن کی شکلوں۔ اُن کے کناروں اور اُن کی نسوں کو غور سے دیکھو۔

۲۶- سیوا کرے سو میوہ کھائے

عضو - معدہ - شکایت - آنکھ چُرانا - نادان

ناک میں دم آنا - کانٹے بونا

ایک روز بدن کے سب عضو مِل کر معدہ کی شکایت کرنے لگے کہ ہم کام کرتے کرتے مرے جاتے ہیں اور یہ بیٹھا بیٹھا مُفت میں کھایا کرتا ہے۔ سب نے مِل کر صلاح کی کہ آج سے اِس کا کہنا نہ مانیں گے اور کوئی کام نہ کریں گے۔ پیروں نے چلنا - ہاتھوں نے کام کرنا چھوڑ دیا - آنکھوں نے دیکھنے سے آنکھ چُرائی - کان بھی بہرے بن بیٹھے - مُنہ نے کھانے پینے سے مُنہ موڑا - غرض ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کردیا - معدے نے بہت سمجھایا اور کہا کہ اگر تُم نے ایسا کیا تو تمھاری مثل اُس نادان گھوڑے کی سی ہوگی جو اپنے سوار کو گرانے کے لئے کنوئیں میں کود پڑا تھا - میرا نُقصان تو پیچھے ہوگا پہلے تمھارے ہی اوپر آ بنے گی - لیکن کسی نے اُس کی نہ سُنی - ایک آدھ دن، تو کچھ نہ معلوم ہوا -

پھر کھانا پانی نہ مِلنے سے ہر ایک عضو کو تکلیف پہونچی۔ اور طاقت گھٹنے لگی۔ پاؤں ایڑیاں رگڑنے لگے۔ ہاتھ افسوس سے ہاتھ ملنے لگے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ کان سُن ہو گئے۔ اور زبان گُنگ ہو چلی۔ ناک کا بھی ناک میں دم آگیا۔ تب معدہ نے اُن سے کہا کہ اے میرے ساتھیو! اب بھی تمھیں معلوم ہوا یا نہیں کہ خدمت ہی میں فائدہ ہے۔ تم اگر میرا حکم مانتے ہو اور کام کرتے ہو تو میں بھی آٹھ پہر تمھاری ہی بھلائی میں لگا رہتا ہوں تم تو رات کو سو بھی رہتے ہو لیکن میں تو ہر وقت تم کو خوراک پہونچانے کے لئے کام کیا کرتا ہوں۔

بچّو! تم نے دیکھا کہ دنیا میں کس طرح ایک دوسرے کی مدد سے کام چلتا ہے اور کس طرح اپنے بڑوں کی خدمت کرنے میں آرام ملتا ہے۔ یاد رکھو کہ جو لوگ اپنے ماں باپ اپنے اُستاد۔ اپنے بڑوں۔ اپنے حاکم اور اپنے بادشاہ کی دل سے تابعداری نہیں کرتے وہ اپنے لئے آپ کانٹے بوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنا آپ نقصان کرتے ہیں۔

پُھول

پنکھڑی - مخمل - تیلیاں - خاک

۱۔ پودے کا سب سے زیادہ خوبصورت حصّہ پُھول ہے۔ پُھولوں کی شکل خوبصورت۔ اُن کا رنگ سُہانا اور اُن کی مہک اچھی ہوتی ہے۔ آدمی کو پُھولوں سے اِس قدر شوق ہوتا ہے کہ بعض آدمی اپنے باغ میں پُھول کے پودے لگاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی گملوں میں لگا کر اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔

۲۔ پُھول صرف خوبصورت ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ بڑے کام کے ہوتے ہیں۔ دراصل پودے کا سب سے زیادہ ضروری حصّہ پُھول ہے۔ کیونکہ پُھول کا کام بیج پیدا کرنا ہے۔ جس سے نئے پودے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب ہم کچھ پُھول تم کو دکھاتے ہیں۔ تم اُن کو غور سے دیکھو تاکہ تم پُھولوں کے مختلف حصّوں کو دیکھ کر اُن کے کام اور فائدے سمجھ سکو۔

۳۔ پہلے اِن پھُولوں میں سے کچھ پھُول جو مِل سکیں لاؤ۔ جیسے گلاب۔ بیلا۔ کھیرا۔ کدو۔ اور کپاس کے پھُول لے آؤ۔

بیلا

گلاب

کپاس

کدو

اِن پھُولوں کی رنگین ملائم پنکھڑیوں کو دیکھو۔ اِنھیں سے پھُول کی خوبصورتی ہے۔ چھونے میں یہ مخمل کی طرح ملائم ہیں اور اِن میں کئی رنگ ہیں اور بعض میں عُمدہ خوشبو بھی ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے جانور جیسے شہد کی مکھی پھُولوں کے رنگ اور مہک کی وجہ سے اِن پر آ بیٹھتے ہیں۔

۴۔ اچھّا اب نیچے لکھے ہوئے پھُولوں کو جمع کرو۔

پوستہ۔ گلاب۔ سنئی۔ پٹوا (پٹ سن) تم دیکھتے ہو کہ چھوٹی ہری پتیاں پھول کے باہر ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ان سے کیا فائدہ ہے؟

یہ بڑے کام کی ہیں۔ جب پھول بالکل چھوٹی کلی کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ اس قدر بڑا اور مضبوط نہیں ہوتا کہ ہوا میں کھل سکے۔ اُس وقت یہی پتیاں اُس کو سرد ہوا۔ بارش اور دھوپ سے بچائے رکھتی ہیں۔

۵۔ اب ہم پھول کے اندر کے حصّوں کا بیان کرتے ہیں۔ ان حصّوں پر تمھاری نظر نہیں پڑے گی جب تک غور سے نہ دیکھوگے۔ رائی اور پوست کے پھول ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے اندر کے حصّے اچھی طرح سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

اِن پھولوں کی پنکھڑیاں نوچ ڈالو تو تم دیکھو گے کہ پھول کے پیندے میں سے کچھ لمبی لمبی پتلی پتلی تیلیاں سی نکل رہی ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کے سرے پر ایک چھوٹی گھنڈی ہوتی ہے۔ یہ گھنڈی اندر سے خالی ہوتی ہے۔ اگر تم اِس تیلی کو لے کر ایک سفید کاغذ کے ٹکڑے پر جھاڑو۔ تو اُس میں سے کچھ مہین دھول کاغذ پر گر پڑے گی۔ یہ خاک اُن کی چھوٹی چھوٹی گھنڈیوں میں سے گری ہے۔ دوسرے قسم کے پھول جن میں یہ تیلیاں بہت اچھی طرح سے دکھائی دیتی ہیں۔ مٹر۔ سیم۔ مونگ۔ بینگن۔ تمباکو۔ دھتورا۔ کپاس کے پھول ہیں۔

۶۔ اب ہم تمھیں پھول کا ایک اور حصّہ دکھاتے ہیں۔ اِس

حصّہ کو پھُول کا پیٹ کہہ سکتے ہیں۔ اِس حصّہ کے دیکھنے سے تم کو وہ چیز معلوم ہو گی جو پھُول کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اِن تیلیوں کو اُکھاڑ ڈالو تو وہ حصّہ نکل آئے گا جس میں بیج رہتا ہے۔ اگر رائی۔ کپاس۔ بھنڈی۔ کالی ترئی

بھنڈی

کالی ترئی

کے پھُول کو لے کر دیکھو تو تم بیج کی ڈبیا آسانی سے دیکھ سکوگے۔ بعض پھُولوں میں کئی بیج کی ڈبیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ گُچھّے کی شکل میں پاس ہی پاس اکٹھّا رہتی ہیں۔ پھُول کا سب سے بڑا کام بیج کا بنانا ہے۔ کیونکہ بیج ہی سے پودے پیدا ہوتے ہیں۔ چڑیاں اور کیڑے اِس قدر بیج ضائع کر ڈالتے ہیں کہ اگر بیج اِتنے زیادہ نہ ہوں تو پودے ختم ہی ہو جائیں۔

۲۸ - آصف الدّولہ کا امام باڑہ

امام باڑہ - محرّم - خیرات

۱- لکھنؤ میں ایک بڑی اونچی عمارت بڑے امام باڑہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت گومتی ندی کے کنارے پر بنی ہوئی ہے۔ اِس میں آصف الدّولہ کی قبر ہے اور ہر سال محرّم کے دِنوں میں اِس میں روشنی ہوا کرتی ہے۔

۲- اودھ کے بادشاہوں میں آصف الدّولہ کا نام نیکی اور خیرات کے لئے بہت مشہور ہے۔ اب تک لکھنؤ میں جب دوکاندار صبح کے وقت دوکان کھولتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جس کو نہ دے مولیٰ اُس کو دِلوائیں آصف الدولہ۔

۳- ۱۷۸۴ء میں جب کہ آصف الدّولہ کی حکومت کا زمانہ تھا اودھ میں ایک بہت بڑا کال پڑا۔ آصف الدّولہ نے اپنی غریب رعیّت کی مدد کے لئے بڑے امام باڑہ کی عمارت بنوانا شروع کردی۔ جس کی وجہ سے لاکھوں آدمی مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ یہ عمارت برسوں تک بنا کی اور اِس بہانہ سے لاکھوں آدمیوں کا بھلا ہوا۔
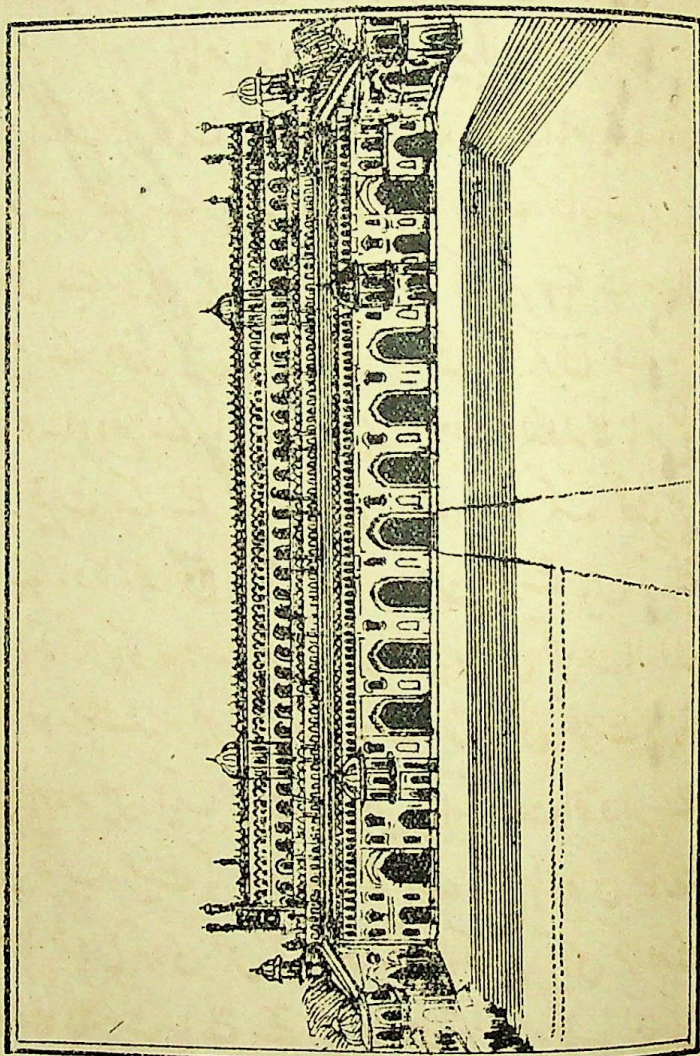
۴- اس عمارت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اِس میں سوائے اینٹ اور چونے کے لکڑی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں لگا ہے۔ اِس کے سوا دُنیا میں کوئی اِتنی بڑی عمارت نہیں ہے جو بلا لکڑی کے بنی ہو۔

۵- شروع انگریزی راج میں اِس امام باڑہ میں سرکاری فوج رہتی تھی۔ مگر اب فوج ہٹا لی گئی ہے اور محرّم کے دِنوں میں جب اِس میں روشنی ہوتی ہے تو یہ عمارت بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

२५ मार्च १९३२

۲۹- تندرستی

زمانہ ہوا- خون

پُرانے زمانہ میں کسی شہر میں ایک بڑا مالدار ساہوکار رہتا تھا۔ دُنیا کی سب چیزیں اِس کو مِل سکتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ بیمار رہتا اور نہ اچھا کھانا کھا سکتا نہ اچھے کپڑے پہن سکتا اور نہ اپنے دوستوں کے ساتھ مِل کر خوش ہو سکتا۔ وہ تو پلنگ پر پڑا رہتا اور زندگی بھی اُسے بھاری ہو رہی تھی۔ دُور دُور

کے بید اور حکیم دوا کرنے آئے لیکن کسی کی دوا نے فائدہ نہ کیا۔ ایک دن ایک حکیم نے غور کیا تو اُس کے خیال میں یہ بات آئی کہ دوا کرنے کے بدلے ساہوکار کے رہنے کی جگہ بدل دینی چاہیئے اور اُس کو باغ میں لے جاکر صاف ہوا میں رکھنا چاہیئے اور کھانا سادہ دینا چاہیئے اور پانی بھی بدل دینا چاہیئے۔ اِس تدبیر سے ساہوکار تھوڑے دِنوں میں اچھا ہوگیا اور تندرستی جس کے لیئے وہ ترستا تھا حاصِل ہوگئی۔

اِس لیئے بچّوں کو یہ جاننا ضروری ہے کہ کِن کِن باتوں سے وہ بیماری سے بچ سکتے ہیں۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ آدمی بغیر کھائے پیئے زندہ نہیں رہ سکتا لیکن بعض آدمی یہ نہیں سمجھتے کہ کھانے پینے سے بھی زیادہ آدمی کو ہوا کی ضرورت ہے۔ اگر کِسی آدمی کو کھانا پانی نہ مِلے تو وہ کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن ہوا کے بغیر بہت جلد مر جائے گا۔ پودے بھی بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتے ہوا دُنیا میں ہر جگہ ہے لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دِکھائی نہیں دیتی۔ زمین کے اوپر چاروں طرف سے ہوا ہم کو گھیرے

ہوئے ہے اور ہم بالکل اِسی طرح اُس میں رہتے ہیں جیسے مچھلیاں پانی میں۔ ہَوا کی ضرورت ہم کو سانس لینے کے لئے پڑتی ہے۔ اِس ہَوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے سے جاتی ہے اور اُس میں جو تھوڑی دیر کے بعد پھر باہر آتی ہے بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو ہَوا ہمارے بدن کے اندر جاتی ہے اُس سے خون صاف ہوتا ہے اور جب ہم باہر کو سانس لیتے ہیں تو گندی ہَوا باہر نکل جاتی ہے۔ کمرے کی ہَوا تین طرح سے خراب ہوتی ہے۔ ایک تو آدمیوں اور جانوروں کے سانس لینے سے۔ دوسرے آگ کے جلنے سے۔ تیسرے چیزوں کے سڑنے سے۔ اِس لئے یہ ضرور ہے کہ جس کوٹھری میں تُم رہو اُس کی ہَوا صاف رکھو۔

۳۰۔ کاشتکاری میں لکھنے پڑھنے کے فائدے

خاک چھانی۔ خِلاف

کسی گانوں میں ایک بڑا کِسان رہتا تھا۔ اُس کو اپنے لڑکوں کے پڑھانے کا بڑا شوق تھا۔ خود تو بیچارہ پُرانی چال

کا آدمی تھا۔ لیکن ہمیشہ وہ یہ چاہتا تھا کہ لڑکوں کو
آج کل کے زمانہ کے موافق پڑھایا جائے۔ اُس کے دو
لڑکے تھے۔ پہلے تو دونوں اُردو مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ اُس
کے بعد انگریزی اسکول میں بھجوائے گئے وہاں بھی پڑھ چکے
تو الہ آباد کے کالج میں باپ نے پڑھنے کو بھجوایا اور اپنے
اوپر تکلیف اُٹھاکر اُن کو برابر خرچ دیتا رہا۔ جب دونوں
وہاں سے پاس کرکے آئے تو ماں باپ اور گانوں والے
بہت خوش ہوئے۔ بڑا لڑکا لکھ پڑھ تو گیا تھا لیکن بیوقوف
تھا۔ اُس کو گانوں کا رہنا بہت بُرا لگتا تھا۔ اور ماں
باپ جب گھر کا کام کاج کرتے تھے تو وہ اپنے جی میں
بہت خفا ہوتا تھا۔ اُس کو اپنے بچپن کے دوستوں سے
بات بھی کرنی بُری معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ بیچارے
سب کسان تھے جو اپنا کام اپنے ہی ہاتھ سے کرتے
تھے۔ تھوڑے ہی دِنوں کے بعد یہ لڑکا گانوں چھوڑ کر
بھاگ گیا۔ شہروں شہروں کی خاک چھانی تب بڑی مُشکل
سے کسی دفتر میں بیس روپیہ مہینہ کی نوکری پائی۔ اور

اِس میں بہت تنگی سے گزر کرنے لگا۔ اِس کے خلاف اِس کا
چھوٹا لڑکا بہت سمجھ دار تھا۔ جیسے ہی وہ پڑھ کر گھر آیا۔
اُسی وقت سے اُس نے گھر کے کام کاج میں باپ کا
ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ جتنے اِس کے پُرانے دوست تھے اُن
سب سے اچّھی طرح سے مِلتا تھا۔ اِسی وجہ سے گانوں کا
ہر شخص اِس کے ساتھ محبّت کرتا تھا۔ لکھا پڑھا تو تھا ہی
کچھ دنوں اپنے باپ کے ساتھ جو کام کیا اور گانوں کے
بُڈّھوں سے جو اچّھی باتیں سُنیں تو وہ بہت جلد کھیتی باڑی
کے کام میں ہوشیار ہو گیا اور تھوڑے ہی دِنوں میں
اُس نے وہ وہ باتیں کیں کہ اُس کی آمدنی پہلے سے
بہت زیادہ ہو گئی۔ بڑا بھائی جب چھُٹّی لے کر گھر آیا تو
اُس کو اپنی حالت پر بڑا افسوس ہوا کہ میں کیوں اپنے ہاتھ
سے کام کرنا بُرا سمجھتا تھا اور کاشتکاری کے پیشہ کو کیوں بُرا
خیال کرتا تھا۔ اکثر زمینداروں اور کاشتکاروں کے لڑکے جب
تھوڑا بہت پڑھ جاتے ہیں تو اُن کو کاشتکاری کا کام خراب
معلوم ہونے لگتا ہے۔ یہ اُن کی بڑی غلطی ہے۔ اگر دیکھا جائے

تو کاشتکاری سے اچھا کوئی دوسرا پیشہ نہیں ہے۔ کیونکہ اِسی
سے تمام دُنیا کی روزی چلتی ہے۔ اگر کِسان اناج وغیرہ بُونا
چھوڑ دیں تو تم ہی بتاؤ کہ وہ امیر آدمی جن کے پاس سونے
کے برتن اور چاندی کی اینٹیں رکھّی ہوئی ہیں کیا کھائیں۔
لوگ کِسان کو شاید اِس واسطے نیچ سمجھتے ہیں کہ وہ بیچارہ
اپنا سب کام اپنے ہی ہاتھ سے کرتا ہے۔ لیکن اگر تم پڑھوگے
تو معلوم ہوگا کہ آج کل جِس قدر مذہب دُنیا میں پھیلے
ہوئے ہیں اُن میں سے اکثر مذہبوں کے جاری کرنے والے
کھیتی کا کام کرتے تھے۔ مویشی چَراتے تھے۔ لکڑیاں کاٹتے
تھے۔ اِن سب باتوں پر دھیان کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے
کہ کھیتی باڑی کا کام بہت اچھا ہے۔ دوسرے مُلکوں میں اکثر
کاشتکار لِکھے پڑھے ہوتے ہیں اور وہ اپنے کام میں تعلیم
سے بہت مدد پاتے ہیں۔ جو کہانی اوپر لکھی گئی ہے اُس
میں چھوٹے لڑکے نے تعلیم ہی کے سبب سے اپنے کاروبار
کو بڑھا لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو کام کوئی پڑھا لکھا آدمی
کرے گا وہ ضرور ان پڑھ سے اچھا کرے گا۔

۳۱۔ تندرستی

کھانا

مزیدار۔ ہضم

اب یہ جاننا چاہیئے کہ کھانے کا اثر آدمی پر کیونکر ہوتا ہے۔ آدمی کے بدن میں دو باتیں ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں۔ بدن کا کچھ حصّہ گھُلا کرتا ہے۔ اور کچھ بنا کرتا ہے۔ یہ کام ہم کو معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن برابر جاری رہتے ہیں۔ گرمی اور محنت سے بدن گھُلتا ہے کھانا پانی اور ہوا سے بنتا ہے۔ اِس لئے ہم کو ایسی چیزیں کھانی چاہئیں جو ہمارے بدن کے بننے میں زیادہ کام آویں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اِنسان کے لئے پھل سب سے عُمدہ چیز ہے۔ لیکن کچّے اور سڑے پھلوں کے کھانے سے نُقصان ہوتا ہے۔ اِس مُلک میں گیہوں۔ چنا۔ چاول۔ جو۔ باجرہ۔ جوار۔ مکّا وغیرہ عام طور پر کھائے جاتے ہیں۔ اِن میں گیہوں سب سے اچھّا ہے۔ کیونکہ اِس کے کھانے سے بدن کو بڑی طاقت پہونچتی ہے۔ چاول میں گیہوں۔ چنے۔ جوّ۔ اور باجرے سے کم طاقت ہے۔

کھانا اچھّی طرح پکا ہوا کھانا چاہیئے۔گھی اور تیل میں
کھانے پکتے ہیں۔اور گھی کھانے کے ساتھ بھی کھایا جاتا ہے
زیادہ چکنائی کھانے سے آدمی بہت موٹا ہو جاتا ہے۔
زیادہ مٹھائی کھانا بھی نقصان کرتا ہے۔اِسی طرح زیادہ
مسالہ بھی بُرا ہے۔لڑکوں کے لئے دودھ سب سے اچھی
غذا ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مٹّھا یا دہی کھانا بہت
مفید ہے۔اور دہی کھانے والے بہت دِن تک جیتے
ہیں۔تمباکو پینا یا کھانا اور نشہ کی چیزوں کا پینا نقصان
کرتا ہے۔

یہ ہمیشہ یاد رکھّو کہ جس قدر بھوک ہو اُس سے
زیادہ کبھی نہ کھاؤ چاہے کھانا کِتنا ہی مزیدار کیوں نہ ہو۔
تھوڑا تھوڑا کر کے تین چار وقت کھانا ایک مرتبہ بہت سا
کھانے سے اچھا ہے۔نگلنے سے پہلے کھانے کو اچھّی طرح
چبانا چاہیئے۔کیونکہ اگر چبایا نہیں جاتا تو اچھی طرح ہضم
نہیں ہوتا۔صبح اُٹھ کر کام شروع کرنے سے پہلے تھوڑا
کھانا کھا لینا اچھا ہے۔

۳۲-بہادری

عام طور پر-جوہار-تجویز-راج پتری

عام طور پر بہادری سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ لڑائی میں ہمّت دِکھانا اور دُشمن سے مُنھ نہ موڑنا-اِس کے صِرف یہی معنی نہیں ہیں-کیونکہ ہر شخص فوج کا سپاہی نہیں ہو سکتا-اِس میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں جیسے تم کو کوئی ایسے کام کرنے کے لئے لالچ دے جو تمھاری سمجھ میں بُرا ہو اور تم لالچ میں نہ آؤ-یا تم سے کوئی قصور ہو اور تُم سزا کے ڈر سے جھوٹ نہ بولو-یا تُم اپنے اوپر تکلیف اُٹھاکر دوسروں کی مدد کرو تو یہ سب باتیں بھی بہادری میں شامل ہیں-اپنے اوپر تکلیف اُٹھانا اور دوسروں کی مدد کے لئے ہروقت تیّار رہنا اِسی کا نام سچّی بہادری ہے-

راجہ مان سِنگھ نگر کا راجہ تھا-اُس کی فوج کا بہت سا حِصّہ اور جوان بیٹے دِلّی کے بادشاہ کی طرف سے ایک لڑائی میں دکن گئے ہوئے تھے اور سیکڑوں کوس کے

فاصلے پر تھے۔ اُس وقت فیروز شاہ گجرات کا بادشاہ بہت سی فوج لے کر اُس پر چڑھ آیا۔ راجہ گھبرایا کہ کیا کیجئے؟ سب کے کہنے سے صلاح یہ ٹھہری کہ جب تک ہو سکے قلعہ کو بچائیں۔ جب کچھ بس نہ چلے تب جوہار* کرکے نکل پڑیں اور جان پر کھیل جائیں۔ اِس رائے کے قرار پانے سے تمام مرد اور عورتوں پر جو قلعہ میں گھبرائے ہوئے تھے اُداسی چھا گئی اور سب نے جان سے ہاتھ دھویا۔ اُس وقت پنّا نے جو راجہ مان سنگھ کی نوجوان بیٹی تھی۔ یہ چاہا کہ راجہ اُمید سنگھ آرکیڈہ کے راجہ کے پاس راکھی بھیجے اور اُسے اپنا راکھی بند بھائی بنائے۔ راجہ نے پہلے تو اِس بات کو پسند نہیں کیا اِس لئے کہ اِن دونوں راجاؤں میں پہلے سے عداوت چلی آتی تھی۔ مگر جب پنّا نے سمجھایا کہ بہادر ایسے موقعے

* جوہار پُرانے زمانے میں راجپوتانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی قلعہ یا شہر کو دشمن گھیر لیتا اور بچنے کی صورت نہ دکھائی دیتی تو مرد جو لڑنے کے لائق ہوتے گیروا بستر پہن کر تلوار ہاتھ میں لے کر باہر نکل آتے اور سب کے سب لڑ کر مرجاتے اور جوان عورتیں سب کی سب جَل کر ستی ہو جاتیں۔

پاکر اگلی پچھلی عداوت کا کچھ خیال نہیں کیا کرتے ۔ تب راجہ بھی راضی ہو گیا۔ اب فکر ہوئی کہ کون راکھی لے کر جائے اور کس طرح قلعے سے باہر نکلے۔ کیونکہ دشمن چاروں طرف ناکے گھیرے پڑا تھا۔ آخر ایک لڑکا جس کا نام بینی تھا۔ اور جس کی عمر بیس برس سے بھی کم تھی۔ اس کام کے لئے تجویز ہوا اور وہ رات کے وقت قلعہ کی چہار دیواری سے رسّی پکڑ کر نیچے اترا اور دشمنوں کی نگاہ سے بچ کر چلا۔ لیکن دشمن بھی غافل نہ تھا کچھ دور چل کر بینی پکڑا گیا مگر کسی تدبیر سے نکل گیا اور دشمن کی فوج کا ایک گھوڑا لے کر راتوں رات ساٹھ ستّر میل چل کر صبح ہوتے ہی آر کینڈہ پہونچا۔ راجہ اُمید سنگھ اس وقت ایک دوسرے راجہ کے ساتھ جس کا نام ظالم سنگھ تھا شکار کے لئے جانے کو تیّار تھا کہ بینی نے پہنچ کر راج کماری کی راکھی دی۔ راکھی پاتے ہی اُمید سنگھ نے لڑائی کی تیاری کا حکم دیا۔ ظالم سنگھ نے کہا کہ آپ راج کماری پنّا کے راکھی بند بھائی ہیں تو میرے بھی

ہتھیار بند بھائی ہوئے - میں بھی اپنے پچاس سواروں کے ساتھ چلتا ہوں - یہ کہہ کر سب کے سب فیروز شاہ کے مقابلہ کو روانہ ہوئے - گڈور پہونچ کر جہاں فیروز شاہ قلعہ گھیرے پڑا تھا - راجہ اُمید سنگھ اِس حکمت سے لڑا کہ فیروز شاہ آخر کو صلح کر کے گجرات واپس چلا گیا - واقعی اُمید سنگھ بڑا بہادر تھا -

۳۴ - تندرستی

پانی

ا - بارش - اکثر

آدمی - جانور اور پودوں کے لئے پانی بہت ضروری چیز ہے - بغیر اِس کے کسی کی زندگی نہیں رہ سکتی - آدمی کے بدن میں دو تہائی سے زیادہ پانی ہوتا ہے - بالکل صاف پانی وُہ ہے جس میں بُو اور مزہ کچھ نہ ہو - لیکن اِس میں دوسری چیزیں کچھ نہ کچھ ضرور ملی رہتی ہیں - بارش کا پانی زمین پر گرنے سے پہلے سب سے زیادہ صاف ہوتا ہے -

اِسی سبب سے اُس کو آنکھ کی دوا میں ڈالتے ہیں۔

جن ندیوں یا تالابوں میں کپڑے دھوئے جاتے ہوں یا آدمی اور مویشی نہاتے ہوں یا جن کے کنارے میلا پڑا رہتا ہو۔ اُن کا پانی کبھی نہ پینا چاہیئے۔ کیونکہ اِس میں کچھ نہ کچھ خراب چیزوں کا حِصّہ ضرور مِلتا رہتا ہے۔ بندھے ہوئے پانی سے بہتا ہوا پانی ہمیشہ اچّھا ہوتا ہے۔ جو کنوئیں کم گہرے ہوتے ہیں اُن کا پانی اکثر خراب ہوتا ہے۔ بے جگت کے کنوؤں میں برسات کا میلا پانی دُور دُور سے بہہ کر گرتا ہے اِس لئے پانی پینے کے کنوؤں کی جگت بنانی چاہیئے۔ درختوں کی پتّیاں ہوا سے اُڑ اُڑ کر کبھی کنوؤں میں گرتی ہیں اور وہ سڑ کر پانی کو خراب کر دیتی ہیں۔ اِس لئے اگر ایسے کنوؤں کا مُنہ ڈھکا رہے تو اچّھا ہے۔ جہاں کہیں اچّھا صاف پانی نہ مِلے وہاں پانی کو اُبال کر ٹھنڈا کرو اور چھان کر پیئو۔ ایسا کرنے سے بہت سی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔

۳۴-وفاداری

جوش-مزاج-وارث-خیر-ماما

ہم تم کو ایک عورت کا حال سُناتے ہیں جس نے اپنی وفاداری کے جوش میں اپنے بچّے کی جان کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنے مالک کو موت سے بچا لیا-اِس عورت کا نام پنّا تھا-یہ قوم کی راجپوت تھی-اور اُودے سنگھ کی جو بڑا ہونے پر چتّوڑ کا راجہ ہوا دُودھ پلائی دھائے تھی-اُودے سِنگھ سے پہلے اُس کا بڑا بھائی بکرماجیت سنگھ گدّی پر تھا-مگر مزاج کا چھچھورا اور کمینہ تھا-کُل سردار اُس سے تنگ تھے-آخر سب بگڑ گئے اور سب نے مِل کر بکرماجیت سنگھ کو گدّی سے اُتار دیا اور آمبر کے راجہ پرتھوی راج کے بیٹے بنبیر سنگھ کو راجہ بنایا-اُودے سِنگھ اُس وقت بہت چھوٹا تھا-اور پنّا کے لڑکے کے ساتھ جو اُسی عُمر کا تھا محل میں کھیلا کرتا تھا-پنّا کا بھی ایک لڑکا تھا اور اُسے بہت پیارا تھا-بنبیر سِنگھ کو گدّی پر

بیٹھتے ہی یہ فکر ہوئی کہ جب تک راج کے وارث
بکرماجیت سنگھ اور اُودے سنگھ زندہ ہیں تب تک
ہر وقت کھٹکا لگا رہے گا۔ اِس لیئے پہلے اِس کھٹکے کو
کو ہٹا دینا چاہیئے۔ اِس ارادے سے وہ ایک روز
شام کے بعد محل میں گیا اور جاتے ہی اُس نے
بکرماجیت سنگھ کو جو پڑا سوتا تھا قتل کر ڈالا۔ پنّا نے
اُسی وقت اُودے سنگھ اور اپنے بچّے کو کھلا پلا کر سُلایا
تھا کہ یکایک محل میں ایک طرف سے رونے پیٹنے کی
آواز آئی۔ پنّا حیران تھی کہ یہ کیا بات ہے۔ اِتنے میں
ایک نائی جھوٹے برتن اُٹھانے آیا۔ پنّا نے اُس سے
پوچھا کہ خیر ہے محل میں یہ رونا پیٹنا کیسا ہے۔ نائی
نے کہا کہ خیر کیسی۔ بنبیر سنگھ نے بکرماجیت سنگھ کا کام
تمام کر دیا۔ یہ سُنتے ہی پنّا گھبرائی مگر ساتھ ہی یہ سوچی کہ
جس نے ایک بھائی کو قتل کیا ہے وہ دوسرے
کو کیوں جیتا چھوڑے گا۔ اِس لیئے کوئی ایسا جتن کیجے
جو اُودے سنگھ کی جان بچے۔ اُودے سنگھ مارا گیا تو

کُل کا نام نشان مٹ جائے گا۔ اُدھر یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ اب دروازہ کھُلا اور وہ قصائی اندر آیا۔ آخر اُس وقت سوائے اِس کے کچھ نہ بن پڑا کہ اُودے سنگھ کو آہستہ سے اُٹھا کر ایک ٹوکرے میں لِٹا دیا اور اُس پر کچھ دونے اور پتّل رکھ دئے اور اپنے بیٹے کو اُودے سنگھ کی جگھ سُلا کر مُنھ ڈھانک دیا۔ اِتنے میں بنبیر سنگھ بھی رانا کے لہو سے ہاتھ لال کئے آپہونچا اور آتے ہی پنّا سے پوچھا کہ اُودے سنگھ کہاں ہے۔ پنّا اُس کا جواب دے تو کیا دے۔ اُدھر اُودے سنگھ کی جان کا ڈر اِدھر بیٹے کی مامتا۔ اُس کی گِھگّی بندھ گئی اور اُس نے اُنگلی سے پلنگ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اُس ظالم نے اُس سوتے بچّے کا بھی کام تمام کیا۔ ماں دیکھتی رہی اور اِس خیال سے کہ کہیں بھید نہ کھُل جائے مُنھ سے ہائے تک نہ کی۔ تم جانتے ہو کہ ماں کی مامتا کیسی زبردست چیز ہے۔ کسی جانور کے بچّے کے بھی ستانے کا ارادہ کیجئے تو ماں مرنے مارنے کو تیّار ہو جاتی ہے۔ لیکن پنّا نے

وفاداری کے سامنے ماتا کی کچھ پرواہ نہ کی ۔

۳۵۔بیماری سے بچنے کے قاعدے

(سونا۔کھانا۔اور کسرت)

بازو

کھانے۔ پانی اور ہوا کے بعد سونا ایک نہایت ضروری چیز ہے۔تم پڑھ چکے ہو کہ آدمی کا بدن کام کرنے سے برابر گھلا کرتا ہے تو ہمارا بدن کچھ گھٹ جاتا ہے اور جب آرام کرتے ہیں تو یہ کمی پوری ہوجاتی ہے۔لڑکوں کو نو گھنٹے اور جوان آدمیوں کو آٹھ گھنٹے کے قریب سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔رات سونے کے لئے ہے۔ دِن کو سونا اچھا نہیں۔سیلی زمین پر سونے سے نقصان ہوتا ہے۔پلنگ یا تخت پر سونا چاہیئے۔ سونے سے پہلے زیادہ کھالینا بُرا ہے۔اُس جگہ سونا چاہیئے جہاں تازہ ہوا کا گزر ہوسکے۔جو مکان ہر طرف سے بند ہو اُس میں کبھی نہ سونا چاہیئے اور نہ سونے میں مُنہ ڈھکا رکھنا چاہیئے۔

زیادہ ٹھنڈی ہوا میں رہنے سے نقصان پہونچتا ہے۔
گرمی اور برسات میں کھُلے میدان میں سو سکتے ہیں۔
لیکن جن لوگوں کو عادت نہ ہو یا جو لوگ بیمار ہوں
اُن کو اوس میں کبھی نہ سونا چاہیئے۔

کسرت کرنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسا سُونا۔
کسرت صرف یہی نہیں ہے کہ ڈنڈ کیئے جائیں یا مگدر
ہلائے جائیں۔ ہر ایسے کام کو ہم کسرت کہہ سکتے ہیں۔
جس سے بدن پر زور پڑے۔ ہاتھ پیر سے جب کام
نہیں لیا جاتا تو وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ بعض بعض بیراگی
اپنا ایک ہاتھ اُٹھائے رہتے ہیں اِس ہاتھ سے وہ
کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ اگر جھُکانا بھی چاہیں تو بھی
نہیں جھُکا سکتے۔ دیکھو لوہار کے بازو کیسے تیّار ہوتے
ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ بدن کے جس حِصّے سے
کام لیا جاتا ہے اُس میں خون جلدی جلدی دورہ کرتا
ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ پسینہ نکل آتا ہے اور اِس
کے ساتھ وہ چیزیں نِکل جاتی ہیں جن کے رہنے سے

نقصان ہوتا ہے۔ ہر وقت پڑھنا اور کسرت کچھ بھی نہ کرنا بُرا ہے۔ اِس سے لڑکے بیمار پڑ جاتے ہیں اور اُن کے پڑھنے کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ لڑکوں کے لئے ٹہلنا اور دوڑنا عُمدہ کسرت ہے۔ جو لوگ کسرت نہیں کرتے اُن میں سے کوئی تو بالکل سوکھ جاتا ہے اور کوئی موٹا ہو جاتا ہے کہ اُس سے چلا پھرا اور اُٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا۔ کسرت کے لئے سب سے عُمدہ وقت صبح کا ہے۔ بالکل خالی پیٹ یا کھانا کھانے کے بعد زیادہ محنت نہ کرنی چاہیئے۔ ہاں چلنے پھرنے میں کچھ ہرج نہیں ہے۔

۳۶۔ اِتّفاق کا نتیجہ

(الف)

عقلمند۔ خواہش۔ ریشہ۔ جتھا

کسی زمانہ میں ایک بہت عقلمند آدمی تھا اُس کے

بہت سے لڑکے بالے تھے۔ اُس کی ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ میں جب مرجاؤں تب بھی میرا گھر ایسا ہی ہرا بھرا رہے اور میرے سب لڑکے بالے ساتھ ہی ساتھ رہیں۔ جب یہ شخص بہت بڈّھا ہوا اور مرنے کے قریب پہونچا تو اُس نے ایک روز اپنے سب لڑکوں کو جمع کیا اور اُن کو سَن کا ایک ایک ریشہ دیا کہ اِس کو توڑو۔ سب نے بہت آسانی سے اپنا اپنا تار توڑ کر سامنے رکھ دیا۔ بڈّھے نے وہ سب ریشے لے کر جمع کیے اور اُن کو بٹ کر اُنہیں کے سامنے رسّی بنائی۔ اور پھر ہر ایک لڑکے سے باری باری کہا کہ اِس کو توڑو۔ ہر شخص زور کرتا تھا لیکن وہ رسّی نہیں ٹوٹتی تھی۔ آخر اُس نے کہا کہ دو آدمی مل کر زور کریں تب بھی وہ نہ ٹوٹی۔ بڈّھا یہ دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ بابا! یہ وہی تار تو ہیں جن کو تم میں سے ہر ایک نے ذرا سے جھٹکے میں توڑ ڈالا تھا۔ اب دھر دھر کے اِتنا زور کرتے ہو

اور رسّی نہیں ٹوٹتی ہے اِس کا کیا سبب ہے ؟

لڑکوں نے جواب دیا کہ پہلے وہ ریشے الگ الگ تھے اب وہ سب مِل کر ایک ہو گئے ہیں۔ اِس لئے وہ اِتنے مضبوط ہو گئے ہیں کہ ہمارے توڑے نہیں ٹوٹ سکتے۔ بڈّھے باپ نے یہ سُن کر کہا " میرے بچّو! یہی حالت تمھاری ہے۔ اگر تم الگ الگ ہو جاؤ گے تو تم بھی ایسے کمزور ہو گے جیسے سَن کا ہر ایک ریشہ تھا۔ اور اگر جتھا باندھ کر ایک رہو گے تو تم بٹی ہوئی رسّی کی طرح

مضبوط رہو گے"۔

یہ صرف خیالی کہانی ہی نہیں ہے بلکہ لڑکو! اگر تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ اُس بڈھے نے کیسی اچھی بات بتائی۔ جو لوگ مِل کر کام کرتے ہیں وہ ہمیشہ نفع میں رہتے ہیں۔ اکثر گاؤں میں یہ رواج ہے کہ کِسان اپنا کام کرانے کے لئے مزدور نہیں رکھتے اگر کسی کو کل سویرے اپنے کھیت میں پانی دینا ہے تو وہ آج رات کو جاکر اپنے پڑوسیوں کے یہاں کہہ آئے گا کہ بھائی! کل ہمارے یہاں بیڑی چلے گی۔ تُم لوگ آجانا۔ صُبح نہیں ہونے پاتی کہ یہ لوگ سب پہونچ جاتے ہیں اور دِن بھر کام کرتے ہیں۔ اِس طرح سے جس کِسان کا کھیت سینچا جاتا ہے اُس کو ایک کوڑی نہیں دینی پڑتی اور کام ہو جاتا ہے لیکن اِس کے بدلے میں جب پڑوس میں کسی کے یہاں کوئی کام ہوتا ہے تو یہ کِسان بھی جاکر اُس کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ یہ رواج بہت ہی اچھا ہے کیونکہ سب کِسان کے پاس

نقد روپیہ نہیں ہوتا اور اِس طرح سے کام کرنے میں روپیہ کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔

۳۷۔ اِتفاق کا نتیجہ

(ب)

گروہ۔ اِطمینان۔ جائداد۔ ضمانت

اِس سے بھی اچھا بنک کی پنچایت کا رواج ہے۔ جو ابھی حال میں نِکلا ہے۔ عام طور سے پنچایت آدمیوں کے گروہ کو کہتے ہیں جو آپس میں کسی کام کے واسطے ایک دِل ہوں اور بنک کی پنچایت ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو قرض لینے کی نمیّت سے آپس میں ایکا کرلیں فرض کرو کہ ایک کاریگر یا کِسان کو کسی کام کے لئے کچھ روپئے کی ضرورت ہے اور بغیر روپئے کے کام بند ہوا جاتا ہے۔ وہ یہ کرتا ہے کہ سیدھا مہاجن کے پاس جاتا ہے اور دس روپئے لے آتا ہے اور یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم اِس کے بدلے بارہ روپئے سال میں

دیں گے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مہاجن کیوں اُس سے چوبیس
روپئے سیکڑے کے حساب سے سود لیتا ہے اور بنک
سے اگر کوئی رئیس روپیہ قرض لیتا ہے تو اُس کو آٹھ
نو فی صدی سود پر مل جاتا ہے۔ اِس کا سبب یہ
ہے کہ بنک والے کو اطمینان رہتا ہے کہ اگر اُس کو
روپیہ نہ ملے گا تو وہ اُس رئیس کی جائداد سے
وصول کرلے گا اور مہاجن کو یہ ڈر رہتا ہے کہ اگر
کِسان یا کاریگر روپیہ نہ دے تو وہ کیا کرسکتا ہے۔
کِسان یا کاریگر کے پاس اکثر اِس قدر پونجی بھی نہیں
ہوتی کہ اُس کو بیچ کر دُنل روپیہ بھی وصول ہوسکیں۔
ایسی حالت میں اگر مہاجن زیادہ سود لیتا ہے تو اُس
کو یہ خوف ہر وقت لگا رہتا ہے کہ کہیں اُس کا اصل
روپیہ بھی نہ مارا جائے۔ اگر یہ خوف دُور ہو جائے تو
کوئی وجہ نہیں ہے کہ روپیہ کم سود پر نہ مِل سکے۔
جو آدمی اپنے گھر کا اکیلا ہوتا ہے اُس کو لوگ قرض
دیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ لیکن جب گھر میں بہت

آدمی ہوتے ہیں اور اُن میں میل جول ہوتا ہے اور
یہ اُمید ہوتی ہے کہ اگر یہ نہ دے گا تو اِس کا کوئی
بھائی بند دے دے گا تو اُس کو بہت آسانی سے
قرضہ مِل جاتا ہے۔ اگر دس آدمی مِل کر ایک پنچایت
بنالیں اور اُس میں سے ہر شخص کی ضمانت پر باقی
سب تیار ہو جائیں تو قرض دینے والے کو روپیہ مارے
جانے کا خوف بہت کم رہ جائے گا۔ اور اسی لئے وہ
پنچایت کو کم سود پر قرضہ دے سکے گا۔ اِس کے علاوہ
جب نو آدمی ایک شخص کی ضمانت کریں گے تو پہلے
وہ اچھی طرح سے یہ دیکھ لیں گے کہ روپیہ جو یہ قرض
لے رہا ہے اُس کو کسی اچھے کام میں لگائے گا۔ اور
اگر اُس شخص کی نسبت ذرا سا شبہہ ہوگا کہ یہ روپیہ
اُڑا ڈالے گا تو ہرگز وہ اُس کو رُوپیہ نہ ملنے دیں گے
اِس سے یہ بھی ہوگا کہ جس شخص نے قرضہ لیا ہے
پنچایت اُس کی نگرانی کرتی رہے گی کہ یہ روپیہ ایسے
کام میں لگایا جائے کہ جس سے کچھ منافع ہو تا کہ

یہ آدمی اپنا قرضہ ادا کر سکے۔ اگر یہ نگرانی نہ کریں گے
تو اُن کو یہ ڈر رہے گا کہ کہیں وہ روپیہ اُن سے
نہ لیا جائے۔ اِس طرح سے پنچایت کے آدمیوں
میں روپیہ صرف نفع پہونچانے والے کام میں لگانے
کی عادت پیدا ہوگی۔ جو بہت اچھی بات ہے۔ اِس
طرح سے مہاجن کو اور کِسان یا کاریگر دونوں کو فائدہ
پہونچتا ہے۔ مہاجن اپنے قرضے کو آسانی سے وصول
کرسکتا ہے اور اسامی اور کاریگر جن کو ضرورت ہے
کم سود پر روپیہ پا جاتے ہیں۔

۳۸۔ بیماری سے بچنے کے قاعدے

(نہانا)

نہانا۔ زہر

نہانا تندرستی کے لئے ضروری ہے۔ آدمی کے بدن کی
کھال میں بہت چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں جن
سے پسینہ نکلتا ہے اور پسینے کے ساتھ وہ چیزیں

نکل جاتی ہیں جن کے بدن میں رہنے سے نقصان ہوتا ہے۔ نہانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اُن سُوراخوں کا مُنھ کھُل جائے۔ ہر شخص کو دِن میں کم سے کم ایک مرتبہ ضرور نہانا چاہیئے۔ کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی نہانے سے نقصان ہوتا ہے۔ نہانے کے لئے سب سے اچھا صاف ندی کا پانی ہوتا ہے۔ اِس کے بعد کنوئیں کا تازہ پانی۔ گرم پانی سے تندرست آدمی کو نہانا نہ چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ عادت پڑجاتی ہے تو ٹھنڈے پانی سے نہانا نقصان کرتا ہے۔ بیمار بیشک گرم پانی سے نہا سکتے ہیں۔ اُن کو ٹھنڈا پانی بعض وقت نقصان کرتا ہے۔ جاڑے کے دِنوں میں نہاکر باہر ہوا میں نہ آنا چاہیئے۔ کیونکہ اِس سے سردی ہو جاتی ہے۔ نہانے کے بعد ہمیشہ صاف کپڑے سے بدن خوب اچھی طرح پونچھ ڈالنا چاہیئے۔ اِس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ پسینے کے ذریعہ سے جو میل بدن سے نکلتا ہے وہ پھر بدن میں نہ لگے۔ کیونکہ اُس میں

ایک طرح کا زہر ہوتا ہے۔ اِس لئے جلد جلد کپڑا بدلنا چاہیئے۔ جن لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہ ہوں اُن کو اپنے ہاتھ سے دھونے میں شرم نہ کرنی چاہیئے اگر اُن کو اپنی تندرستی کا پورا خیال ہے۔ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اُس سے لڑکو! تم سمجھو گے کہ بیماری سے بچنا کہاں تک تمھارے ہاتھ میں ہے۔

۳۹۔ بیماری سے بچنے کے قاعدے

(صفائی)

چیچک۔ فرض

تندرست رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پہلے ہی سے یہ اِنتظام رکھا جائے کہ بیماری نہ ہونے پائے اور اگر اتفاق سے بیماری آجائے تو پہلے ہی اچھی سے اچھی دوا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جب بیماری بڑھ جاتی ہے تو پھر چاہے جو کچھ کیا جائے مشکل سے جاتی ہے۔ جو لوگ چیچک کا ٹیکہ لینے سے گھبراتے

ہیں وہ اُس وقت تو ضرور تھوڑی سی تکلیف سے بچ جاتے ہیں لیکن جب اُن کے چیچک نکل آتی ہے تو اکثر مر جاتے ہیں۔ اور اگر بچ بھی گئے تو اُن کی شکل عُمر بھر کے لئے خراب ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح سے طاعون کا ٹیکہ لگانا اِس بیماری سے بچنے کے لئے مفید ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے مکانوں کو اور اُن کے آس پاس کی زمین کو صاف رکھیں کیونکہ صفائی کا خیال نہ کرنا گویا بیماری کو بُلانا ہے۔ جو لوگ صاف سُتھرے رہتے ہیں اُن کو بیماری کم ستاتی ہے اور دوسرے لوگ بھی اُن کو پسند کرتے ہیں۔ میلے کچیلے آدمی اکثر بیمار رہتے ہیں اور لوگ اُن سے دُور بھاگتے ہیں۔

یہ ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدن اور مکان کو صاف رکھے۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے سے صرف یہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ خود بیمار پڑے بلکہ اکثر اُس کی بے پروائی اور میلے رہنے سے پڑوسیوں کو بھی نقصان پہونچتا ہے۔

گھر میں ایک آدمی کے صاف رہنے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ گھر کے سب لوگ صاف نہ رہیں۔ مکان ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں ہوا کے آنے جانے کا راستہ ہو اور سیل نہ ہو مکان میں یا اُس کے آس پاس کوڑا کرکٹ جمع رہنے سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ اپنے مکان کے بعد ہر شخص کو اپنے محلّہ کی صفائی کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر محلّہ میں جگہ جگہ کوڑا کرکٹ ہو اور وہیں سڑتا ہو تو دیکھنے والوں کو بھی بُرا لگتا ہے اور محلّہ میں بیماری پھیل جانے کا ڈر رہتا ہے۔ محلّہ کی صفائی اکیلا آدمی نہیں کرسکتا بلکہ سب محلّہ والوں کو آپس میں صلاح کرکے اچھا بندوبست کرنا چاہیئے۔ شہر کی صفائی وہاں کے رہنے والوں کی رائے سے ہوسکتی ہے اور ہر شخص کو چاہیئے کہ اُس میں مدد دینے کی کوشش کرے۔ بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں میونسپلٹیاں قائم ہیں اور وہ صفائی کا اچھی طرح سے اِنتظام کیا کرتی ہیں۔

۴۸۔محنت ورزش اور تندرستی

حکیم۔چکّر۔منظور

ایک بادشاہ بیمار ہوا۔اُس نے اپنے مُلک کے سب سے زیادہ مشہور حکیم کو بُلایا۔جب حکیم آیا تو اُس نے بادشاہ کو بہت موٹا پایا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کسرت نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ بادشاہ دِن بھر نرم گدّوں پر پڑا رہتا تھا۔ اُس کے وزیروں اور غلاموں کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ اُس کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دیں۔اگر اُس کا جی باغ کی سیر کو چاہتا تو غلام پالکی میں بٹھا کر لے جاتے۔ اگر وہ باہر جانا چاہتا تو گاڑی تیّار ہوتی۔اُس کے ساتھ ہی وہ اچھے اچھے کھانے بھی کھاتا تھا۔ اِس سُکھ چین میں پڑے رہنے اور ورزش نہ کرنے سے وہ بیمار ہوگیا تھا۔

حکیم نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ اِس کی وجہ

سمجھ گیا مگر صاف صاف نہ بتا سکا۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ کم کھاؤ اور زیادہ چلو۔ لیکن وہ یہ کہتے ہوئے جھجکا اور اپنے مکان کو واپس چلا گیا اور کہہ گیا کہ دو روز میں دوا لے کر آؤں گا۔

گھر پہونچ کر حکیم نے لوہے کے دو گولے بنوائے اُن کو خوبصورت بنانے کے لئے اُن پر کچھ حرف بھی کھدوائے اور اُن گولوں کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا۔

حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ اِن گولوں میں جادو کا اثر ہے۔ آپ اِن گولوں کو ہاتھ میں لے کر اپنے باغ کے چاروں طرف تین چکر لگائیں۔ دوسرے روز چار چکر۔ اسی طرح ہر روز ایک چکر بڑھاتے جائیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اِن گولوں کو ہاتھ میں لے کر اوپر نیچے کیا کیجئے۔

بادشاہ نے حکیم کی بات منظور کی اور ہر روز ایسا ہی کرنے لگا۔ بادشاہ ایک ہفتہ تک ایسا ہی

کرتا رہا اور اُس کی تندرستی پر بہُت اچھّا اثر پڑا۔ ایک مہینے میں اُس کا موٹاپا گھٹ گیا اور وہ بالکل اچھا ہوگیا۔

لڑکو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ بادشاہ کے اچھے ہونے کا اصلی بھید کیا تھا؟ تم سمجھ گئے ہوگے کہ اِس محنت سے اُس کی تندرستی سُدھر گئی۔

۱۴۔ راجہ رام موہن رائے

کُلین۔ پاٹھ شالہ۔ دھرم۔ سررشتہ دار۔ ستی۔ سماج

یہ نامی شخص ۱۷۷۴ء میں رادھا نگر ضلع ہُگلی (بنگال) میں پیدا ہوا۔ ذات کا کُلین برہمن تھا۔ اِس کے پردادا کرشن چندر بنرجی نے مرشد آباد کے نواب کے یہاں سے "رائے" کا خطاب پایا تھا۔ رام موہن رائے پانچ برس کی عُمر میں پڑھنے کے لئے پاٹھ شالہ میں بٹھائے گئے۔ پہلے بنگالی زبان سیکھی پھر مکتب میں مولویوں سے فارسی پڑھنے لگے
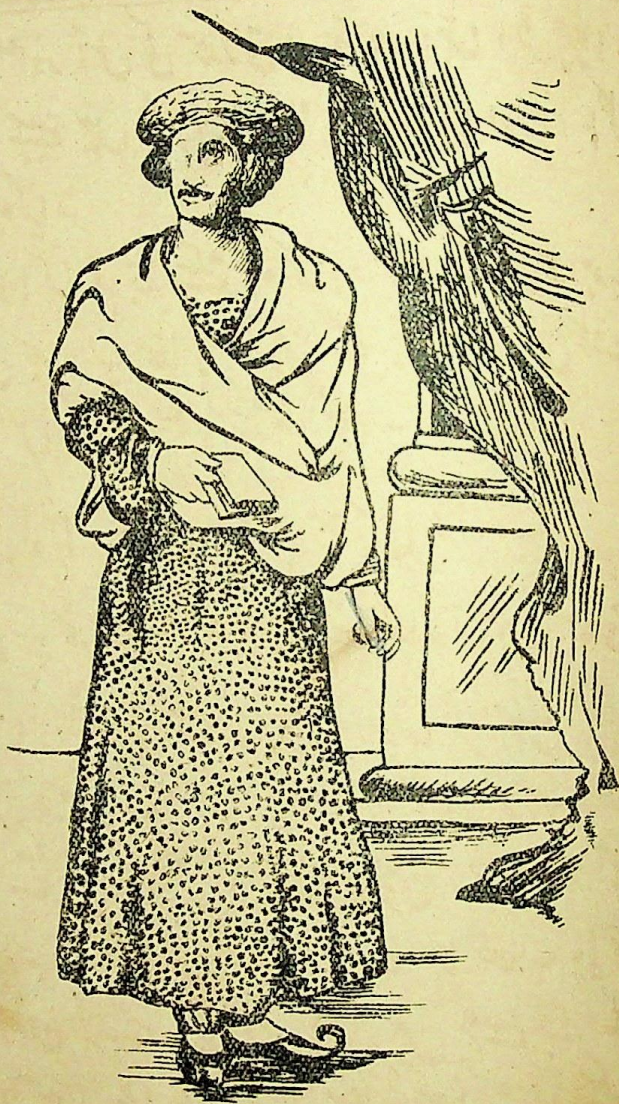
فارسی کے بعد عربی پڑھنے کے لئے پٹنہ گئے۔ بنگالی
فارسی۔ عربی سیکھ کر سنسکرت حاصل کی۔ پندرہ سولہ
برس کی عمر میں اُنھوں نے ایک کتاب مورتی پوجا
کے خلاف لکھی۔ اُن کے اِن خیالات کی وجہ سے
ماں باپ اور کنبے کے بڑے بوڑھے اِن سے خفا
ہوگئے۔ مگر اُنھوں نے سچّے دھرم کی تلاش میں کسی کی
پرواہ نہ کی اور گھر چھوڑ کر پردیس کو نکل کھڑے ہوئے
چار برس تک دیس پردیس گھومتے پھرے۔ پھر ماں
باپ کے بُلانے پر گھر آئے اور کچھ دنوں رہ کر سنسکرت
کی پڑھائی پوری کرنے کے لئے بنارس چلے گئے ۱۸۰۳ء
میں باپ کی بیماری کا حال سُن کر پھر گھر آئے۔ اور
باپ کے مرنے کے بعد سرکاری نوکری کا ارادہ کیا
اور کلکٹری کے سررشتہ دار ہوگئے۔ دفتر میں جو انگریزی
اخبار آتے تھے اُن کو پڑھتے پڑھتے انگریزی بھی اچھی
خاصی سیکھ گئے۔ دس برس کے بعد ۱۸۱۳ عیسوی میں
نوکری چھوڑ دی اور اپنے مُلک اور قوم کی خدمت کرنے لگے۔

ہندوستان کی اُونچی ذاتوں میں ستی کی رسم جاری تھی اور گورنمنٹ مذہبی بات سمجھ کر رُوک نہ سکتی تھی۔ راجہ رام موہن رائے کی کوشش سے ۱۸۲۹ء میں ستی کے بند کرنے کا قانون گورنمنٹ نے پاس کر دیا۔ ۱۸۳۰ء میں بنگال کے دیسی اسکولوں میں انگریزی زبان سِکھانے کی کوشش کی۔ اور اِسی سال اپنے روپیہ سے ایک اِسکول قائم کیا۔ اِس کے بعد ایک نیا مت برھمو سماج کا چلایا جو اب تک جاری ہے اُنھوں نے کئی اخبار اور رسالے بھی جاری کئے اور اُن میں مُلک اور قوم کی بھلائی کی باتیں چھاپتے رہے۔ اُنھیں دِنوں میں اکبر شاہ ثانی بادشاہِ دِہلی نے اپنی پنشن بڑھوانے کی کوشِش کے لئے رام موہن رائے کو "راجہ" کا خطاب دے کر اِنگلستان بھیجا۔ لندن پہونچ کر اپنا کام پورا کر کے کچھ دنوں اور ٹھہرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ ستائیسویں ستمبر ۱۸۳۳ء کو برسٹل شہر میں انتقال کیا اور وہیں دفن کئے گئے۔

۴۲- جانوروں پر مہربانی

بسنت - قصبہ - سلوک - ادنیٰ

بسنت کا اچھا موسم اور صُبح کا سُہانا وقت تھا کہ دو لڑکے سیر کو نکلے۔ اِن کا نام موہن لال اور سوہن لال تھا۔ یہ دونوں ایک سڑک پر ہولئے جو قصبے سے باہر جاتی تھی۔ سیر کے لئے وقت بہت اچھا تھا۔ درختوں پودھوں اور بیلوں میں نئی زندگی نظر آتی تھی۔ طرح طرح کے پھُول کھِلے ہوئے تھے۔ جِن کی مہک دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ یکایک کانوں میں ایک عجیب آواز آئی جس سے یہ دونوں چونک پڑے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ تھوڑے سے فاصلے پر ایک گڑھا تھا جس میں کیچڑ بھری ہوئی تھی۔ اُس کے چاروں طرف قصبے کے لڑکے کھڑے تھے۔ گڑھے میں بلّی کا ایک چھوٹا بچّہ گر پڑا تھا۔ اور باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر لڑکے اُس کو ستا رہے تھے۔

جب کوشش کرکے وہ کنارے پر آجاتا تو یہ شریر لڑکے
اُس کو پھر ڈھکیل دیتے۔ یہ دیکھ کر موہن لال کا دل
بھر آیا۔ وہ اُن لڑکوں سے کہنے لگا "تم کیسے بے رحم
ہو! بلّی کے بچّے سے ایسا سلوک کرنا اچھی بات نہیں
ہے" سوہن لال چھوٹی عُمر کا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے
رنج اور ترس ٹپکتا تھا۔ مگر وہ بیچارہ کچھ کہہ نہیں
سکتا تھا۔ موہن لال نے لڑکوں سے کہا "اِس
شرارت کو چھوڑدو اور بلّی کے بچّے کو پانی سے باہر
نکلنے دو۔ تُم کیسے بے درد لڑکے ہو!" لڑکوں نے
جب یہ سُنا تو وہ اُسی کو بنانے لگے۔ اُن کا مُکھیا
بولا "یہ بچّہ ہمارا ہے ہم جو چاہیں گے کریں گے۔ تم
ہمیں روکنے والے کون ہوتے ہو"

اب سوہن لال سے بھی نہ رہا گیا وہ بول اُٹھا کہ
یہ تمھاری بھول ہے۔ بچّہ تمھارا نہیں ہے بلکہ یہ بھی
خُدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ موہن لال کی دھمکیوں اور
گھُڑکیوں کا اِتنا اثر لڑکوں پر نہیں ہوا تھا۔ جتنا

سوہن لال کی اِس بات کا ہوا۔ اُن نادان لڑکوں کے جی میں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ بِلّی کے بچّے کو بھی خُدا ہی نے پیدا کیا ہے۔ موہن لال نے بلّی کے بچّے کو گڑھے سے باہر نکالا۔ باہر نِکالتے ہی سوہن لال اُس کو رومال سے پونچھنے لگا۔ اِس وقت سب لڑکے چُپ چاپ تھے۔ ایک لفظ بھی کسی کی زبان سے نہیں نِکلا۔ جب موہن لال اور سوہن لال بچّے کو لے کر چلنے لگے تو اُن میں سے ایک لڑکا کہنے لگا کہ اگر تُم اِس بچّے کو لے جانا چاہتے ہو تو ہمیں اس کی قیمت دو۔

موہن لال نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ قیمت دینے کی کچھ ضرورت ہے۔ لیکن میں تم کو یہ اٹھنّی دیتا ہوں اِس کو آپس میں بانٹ لو۔

جب یہ دونوں بچّے کو لے کر چلدئے تو اُن لڑکوں میں سے ایک نے کہا "بھائی! میرے جی میں یہ بات کبھی نہیں آئی تھی کہ بلّی کے بچّے کو بھی خُدا نے

پیدا کیا ہے"۔ سب لڑکے رہ رہ کر سوہن لال کی اِس بات پر غور کرنے لگے۔

سوہن لال خوشی خوشی بچّے کو اپنے گھر لے گیا اور جا کر اُسے گرم دودھ پلایا۔ جب اُس کے بال سوکھ گئے تو اُس کی صورت اچھّی نکل آئی۔ گھر کے دوسرے لڑکوں نے موہن لال اور سوہن لال کو خوب بنایا کہ ایک ادنیٰ جانور کے لئے آٹھ آنے خراب کیئے۔ سوہن لال نے کہا "بھائی! ایسی بات نہ کہو یہ بہت پیارا بچّہ ہے"۔ اِتنا کہہ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد سوہن لال تو سو گیا مگر موہن لال دوسرے لڑکوں کے ساتھ بیٹھا رہا اُس نے بچّے کی جان بچانے کا سارا حال سُنایا۔ وہ لڑکے بھی اِسکول میں پڑھتے تھے۔ جب اُنھوں نے سُنا کہ بلّی کے بچّے کو بھی خُدا نے پیدا کیا ہے تو وہ تمام جانوروں سے عُمر بھر اچھا سلوک کرتے رہے۔

۴۳ - سر سیّد احمد خاں

تربیت - غافل - اُستانی - عہدہ - آثار الصنادید
یورپ - وفا داری - اِنتظام

یہ مُلک اور قوم کا سچّا خیر خواہ تھا - جس کا نام
ہندوستان میں ہمیشہ قائم رہے گا - ۱۷ - اکتوبر ۱۸۱۷ء
کو دلّی میں پیدا ہوا - اور ایک ایسی ماں کی گود میں
پلا جو اِس بچّہ کی تعلیم و تربیت سے دم بھر غافل

نہ رہتی تھی۔ کنبے کے دستور کے موافق ایک نہ ایک اُستانی گھر میں موجود رہتی تھی۔ ایک اُستانی سے سرسید نے قرآن شریف ختم کیا۔ اور مکتب کی باری آئی۔ اِس عُمر کے بعد سرسیّد کی تعلیم صرف اِس طرح ہوئی کہ اُس زمانہ کے قابل اور لائق لوگوں کی صحبتوں میں شریک ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں جب کہ سرسیّد کی عُمر بائیس سال سے کم تھی اِن کے باپ کا انتقال ہوگیا اور بے فکری کے دِن ختم ہوگئے۔ اِس لئے گورنمنٹ کی نوکری کی اور سررشتہ داری سے رفتہ رفتہ سب ججی کے عہدہ تک ترقی پائی۔ سرسیّد کو شروع سے علم کا شوق تھا۔ اُنھوں نے دِلّی کی پُرانی عمارتوں کے بیان میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "آثار الصنادید" ہے اور جو یورپ میں بھی بہت پسند کی گئی۔ جب ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا تو سرسیّد بجنور میں صدر امین تھے۔ اُس وقت اُنھوں نے باغیوں کے ہاتھ سے ضلع کے انگریز افسروں کو بچایا۔ سرکار کی وفاداری میں

اُنھوں نے اپنی جان کا خوف کبھی نہیں کیا۔ ۱۸۶۰ء
میں بڑا قحط پڑا تھا اُس وقت سرسیّد مرادآباد میں
صدرالصدور تھے۔ کال کے کنگلوں کا اِنتظام اُن کے
سپرد ہوا اُنھوں نے نہایت محنت سے کام کیا اور
سیکڑوں آدمیوں کی جانیں بچائیں۔ ۱۸۶۹ء میں وہ
اپنے بیٹے سیّد محمود کو ساتھ لے کر ولایت گئے۔ اور
سال بھر سے کچھ زیادہ ٹھہرے۔ وہاں کی تعلیم کو بہت
غور سے دیکھا اور دل میں ٹھان لی کہ ہندوستان کے
مسلمانوں کے لئے بھی تعلیم کا اچّھا اِنتظام کریں گے۔
جب ہندوستان پہونچے تو علی گڑھ میں ایک اِسکول
کھولا۔ جو رفتہ رفتہ سرسیّد کی کوشش سے ایک
مشہور کالج بن گیا۔ ۱۸۷۸ء میں وائسرائے کی کونسل
کے ممبر ہوئے اور اُن کی رائے سے چیچک کے
ٹیکہ کا قانون بنایا گیا۔ جس سے مُلک کو بہت فائدہ
ہوا۔ ۱۸۸۸ء میں اُن کو گورنمنٹ کی طرف سے
"سر" کا خطاب مِلا۔

وہ آخر دم تک مُلک اور قوم کی بھلائی میں لگے رہے۔ اُنھوں نے کئی عُمدہ کتابیں لکھیں۔ آخر ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو اِس دنیا سے کوچ کیا اور علی گڑھ کالج کی مسجد میں دفن ہوئے۔

۴۴۔ بادشاہ اور کِسان

دھرم۔ پرورش

ایک روز ایک بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوکر ہوا کھانے چلا۔ شہر سے باہر نکل کر وہ ایک کھیت پر پہونچا۔ وہاں اُس نے ایک بڈھے کِسان کو دیکھا جو ہَل جوت رہا تھا۔ یہ کِسان بہت خوش تھا اور گیت گا رہا تھا۔ بادشاہ نے گھوڑے کو روک کر کسان سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم امیر آدمی ہو جو ایسی خوشی کے ساتھ گیت گا رہے ہو۔ کیا یہ کھیت تمھارا ہے"؟

کِسان نے بادشاہ کو نہیں پہچانا۔ اور ایک معمولی آدمی سمجھ کر جواب دیا کہ نہیں صاحب! یہ زمین میری

نہیں ہے میں تو ایک مزدور آدمی ہوں۔ سارے دِن دِل لگاکر محنت سے کام کرتا ہوں اور شام کو دو آنے مزدوری پاتا ہوں۔

بادشاہ نے پوچھا "کیا اِن تھوڑے سے پیسوں میں تمہاری گزر ہو جاتی ہے"؟ کِسان نے جواب دیا "ہاں! ہو جاتی ہے بلکہ اِس میں سے میں کچھ بچا بھی لیتا ہوں"!

بادشاہ کو یہ سُن کر بڑا تعجّب ہوا اور اُس نے پُوچھا کہ تم اِس میں سے کیونکر بچا سکتے ہو؟ کِسان نے ہنس کر جواب دیا "سُنیے! دو پیسے میرے اور میری بیوی کے لئے ہیں۔ دو پیسے اپنا قرض اُتارنے میں دیتا ہوں اور دو پیسے قرض دیتا ہوں اور دو پیسے خیرات کرتا ہوں۔ یہ دو آنے کا حساب ہے"!

بادشاہ نے کہا "بھائی! یہ پہیلی میری سمجھ میں نہیں آئی"۔ کِسان نے جواب دیا "خُدا کی مہربانی سے میرے ماں باپ زندہ ہیں۔ وہ بہت بڈھے ہیں۔ اور میں ہی اُن کی پرورش کرتا ہوں۔ جب میں چھوٹا اور کمزور تھا

تو اُنھوں نے مجھ کو پالا پوسا اور اب کہ وہ کمزور ہو گئے ہیں تو میں اُن کی مدد کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ اِس میں روز دو پیسے خرچ ہوتے ہیں اور یہ گویا قرض چُکانا ہے۔ دو پیسے روز جو اُدھار دیتا ہوں وہ اپنے بچّوں کے پالنے اور پڑھانے میں خرچ کرتا ہوں۔ جب ہم بُڈھے ہو جائیں گے تو یہی پیسے ہمارے کام آئیں گے۔ دو پیسے روز جو خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔ یہ وہ ہیں جو اپنی دو بہنوں کو دیتا ہوں وہ بیمار ہیں اور اُن کے گزارے کی کوئی اور صورت نہیں ہے"

بادشاہ یہ حال سُن کر بہت خوش ہوا اُس نے کسان سے پوچھا "کیا تم نے اِس سے پہلے کبھی مجھے دیکھا ہے؟"

کسان نے جواب دیا "نہیں"

بادشاہ نے کہا "میں تمھارا بادشاہ ہوں۔ میں تمھاری نیکی اور محنت سے بہت خوش ہوں۔ لو! یہ

پچاس اشرفیاں ہیں تم کو دیتا ہوں یہ تمھاری محنت
اور نیکی کا پھل ہے۔ تم اپنے لڑکوں کو بھی ایسی ہی
تعلیم دینا کہ وہ بھی تمھاری طرح محنتی اور نیک ہوں"
اتنا کہہ کر بادشاہ اپنے محل کی طرف چلا گیا۔

۴۵۔ ملکۂ وکٹوریہ

تاج۔ عیش و آرام۔ ذمہ داری۔ شوہر۔
ولیعہد۔ جوبلی۔ ہمدردی

یہ بھاگوان شاہزادی ولیم چہارم شاہ انگلستان کی
بھتیجی تھی۔ ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی۔ ابھی آٹھ
مہینے کی بھی نہ ہوئی تھی کہ باپ کا آخری وقت آپہنچا
اُس وقت سلطنت کے چار وارث موجود تھے۔ کسی کو
گمان بھی نہ تھا کہ وہ سب کے سب اِس دُنیا سے
سدھار جائیں گے اور اِس شاہزادی کے سر پر تاج
رکھا جائے گا۔ باپ کے مرنے پر وکٹوریہ کے پڑھانے
لکھانے کا بوجھ اِن کی ماں کے سر پر آن پڑا۔ جب

شہزادی کی پانچویں سالگرہ ہوئی تو ماں نے ایک نہایت لائق پادری صاحب کو اِن کا اُستاد مقرر کیا۔

مگر اصل میں تو اِن کی تعلیم دینے والی اِن کی ماں ہی تھی۔جن کی تعلیم کا یہاں تک اثر ہوا کہ اُن کا دِل

دُنیا کے عیش و آرام میں نہ پھنسا بلکہ وہ سارا وقت لکھنے پڑھنے میں صرف کرنے لگیں - ابھی بارھواں ہی سال تھا کہ اچھی خاصی علمی لیاقت حاصل ہوگئی اور کئی زبانیں سیکھ لیں -

۱۸۳۷ء میں جب کہ ولیم چہارم کا اِنتقال ہوا تو شہزادی وکٹوریہ کے تخت پر بیٹھنے کا اشتہار دیا گیا - جس وقت اُن کے سر پر تاج رکھا گیا تو خدا کا ڈر اِس نوجوان شاہزادی کے دِل پر اِس قدر چھایا کہ رو رو کر دعائیں مانگتی تھیں کہ اے خُدا! سلطنت کی مشکلوں کو سہل کر اور میری ذمہ داریوں کو پورا کرا دے - ۱۰ - فروری ۱۸۴۰ء کو اِن کی شادی جرمنی کے شاہزادہ البرٹ سے ہوئی - یہ دونوں دولھا دولھن نہایت سچی محبت سے رہتے اور غریبوں کی خبرگیری میں ایک دوسرے کو مدد دیتے تھے - یہ دونوں ایسے نیک و ملنسار تھے کہ بادشاہوں میں بہت کم ہوتے ہیں -
ملکۂ وکٹوریہ کے پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے ہوئے -

اُن کے پڑھانے لکھانے میں ملکہ کو اِس بات کا بہت خیال رہا کہ خُدا کی بڑائی اور مذہب کی عزّت میرے بچّوں کے دل میں بیٹھ جائے۔ مگر مذہبی جھگڑوں سے اُن کی طبیعت بچی رہی۔

اِن کے بیٹوں میں سب سے بڑے شاہزادہ ایڈورڈ تھے جو اِن کے بعد تخت پر بیٹھے۔

۱۸۶۱ء میں ملکہ کو دو ایسے صدمے اُٹھانے پڑے جن کے سبب سے اِن کا دِل ہر وقت نہایت رنجیدہ رہتا تھا۔ اِسی سال اُن کی ماں مریں اور اِسی سال وہ بیوہ بھی ہوگئیں۔

شوہر کے مرنے کا اِن کو سب سے زیادہ صدمہ تھا۔ مگر اِس رنج و غم میں بھی وہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرکے اپنا جی بہلاتی تھیں۔

اپنی ہندوستانی رعایا سے اُن کو بہت محبت تھی۔ اُنھوں نے اپنے ایک بیٹے کو ۱۸۶۹ء میں اور دوسرے شاہزادہ ولیعہد کو ۱۸۷۶ء میں ہندوستان

بھیجا۔ ۱۸۷۷ء میں اُنھوں نے "قیصر ہند" کا خطاب لیا اور دِلّی میں دربار کیا گیا۔ جس میں تمام راجہ اور نواب جمع ہوئے۔ ۱۸۸۷ء میں ملکہ کی پچاس سال کی اور ۱۸۹۷ء میں ساٹھ سال کی جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی ۲۲۔ جنوری ۱۹۰۱ء کو وہ دِن آگیا جب کہ ایسی مہربان ملکہ اِس دُنیا سے اُٹھ گئی اور اپنی نیکی اور ہمدردی کی یاد رعایا کے دِلوں میں چھوڑ گئی۔

۴۶۔ پنچایتی بنک

شرط۔ دھرم۔ فضول خرچ۔ زراعت۔ اَوَرسِیَر

کسی گانوں میں ایک شخص کے دو لڑکے تھے ایک کا نام موہن تھا اور دوسرے کا سوہن۔ بڑا بھائی موہن سب سے لڑا کرتا تھا اور گانوں بھر میں کوئی اُس کا دوست نہ تھا۔ چھوٹا بھائی بہت ملنسار اور نیک تھا۔ گانوں بھر اُس کو چاہتا تھا۔ جب ان دونوں کا باپ مرگیا تو جو کچھ کھیتی تھی وہ دونوں کو برابر برابر ملی۔ سوہن

چاہتا تھا کہ دونوں بھائی ایک ساتھ رہیں اور کھیتی کا بٹوارہ نہ ہو۔ لیکن بڑے بھائی نے اِس کو نہ مانا اور آخر دونوں بھائیوں کے کھیت الگ الگ ہو گئے۔

اُسی زمانہ میں بنک کی پنچایتیں بنانے کا نیا نیا چرچا ہوا تھا۔ کچھ لوگ موہن کے پاس گئے اور پہلے تو اُس کو پنچایتوں کا قاعدہ سمجھایا اور پھر پنچایت میں شامل ہونے کے فائدے بیان کئے۔ موہن نے کہا کہ اگر پنچایت میں پچاس آدمی ہیں اور اُن میں سے کسی نے قرضہ لے کر نہ دیا تو وہ باقی اُنچاس آدمیوں کو دینا پڑے گا۔ اور اگر پچاس میں چالیس آدمی ایسے نکل گئے تو پھر باقی دس آدمیوں کو اُن چالیس کا بھی قرضہ دینا پڑے گا۔ اور اِس طرح سے وہ گھاٹے میں رہیں گے۔ اِس کے جواب میں کہا گیا کہ بھائی! پنچایت میں شامل کرنا تو تمھارا کام ہوگا۔ اگر تم کو کسی آدمی پر بھروسہ نہیں ہے تو اُس کو اپنی پنچایت میں نہ شامل کرو۔ اور دُنیا کا کام بھروسہ ہی پر چلتا ہے۔

اگر تم نے دیکھ بھال کر پچاس آدمی رکھے ہیں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اُن میں سے چالیس آدمی ایمان دھرم چھوڑ دیں اور قرضہ لے کر نکل جائیں۔ اُن پچاس میں مشکل سے ایک آدمی ایسا نکلے گا۔ لیکن موہن نے نہ مانا اور صاف جواب دے دیا کہ میں پنچایت میں شریک نہ ہوں گا۔ پھر لوگ سوہن کے پاس گئے اور اُس سے پوچھا کہ تم ممبر ہونا چاہتے ہو یا نہیں؟ سوہن نے پہلے پنچایت کی بابت سب باتیں پوچھ لیں اور ہر طرح سے اطمینان کر لیا پھر وہ پنچایت میں شامل ہو گیا۔ تھوڑے دنوں بعد بڑے بھائی کو کچھ روپئے کی ضرورت پڑی۔ باپ کے وقت میں جس مہاجن سے لین دین تھا موہن پہلے اُس کے پاس گیا۔ مہاجن نے پہلے ہی پُوچھا کہ تم دونوں بھائی ایک ساتھ رہتے ہو یا جُدا جُدا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کے مرنے پر بھائی الگ ہو گئے ہیں اور باپ کی جائداد آدھی دونوں بھائیوں میں

تقسیم ہوگئی ہے تو مہاجن نے روپیہ دینے سے صاف
اِنکار کردیا۔ موہن نے جب بہت خوشامد کی تو
اُس وقت مہاجن نے کہا کہ اچھا تم کو پچاس روپیہ
کی ضرورت ہے میں تم کو بیس روپیہ دے سکتا
ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ گو تمھارا باپ ٹکے روپیہ
کے حساب سے سُود دیا کرتا تھا مگر تم آنہ روپیہ دینا۔
موہن کو بڑی ضرورت تھی وہ راضی ہوگیا۔ اب
سوہن کا حال سُنو کہ اُس کو پنچایت میں مِل جانے
سے کیا فائدہ ہوا۔ پہلے سُوہن کے پاس بھی کچھ روپیہ
نہ تھا لیکن پنچایت میں شامل ہونے کے لئے روپیہ
کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اُس کے یہاں دو ہل کی
کھیتی ہوتی تھی۔ اُس نے صرف یہ وعدہ کرلیا کہ ایک
روپیہ خریف میں اور ایک ربیع میں اُس وقت
تک دیا کروں گا جب تک کہ پنچایت کے پاس
میرے بیس روپیہ نہ ہوجائیں گے۔ اُس پنچایت
میں جس کا سوہن ممبر تھا پچاس آدمی تھے۔

جس میں سے بہت سے تو دو دو روپیہ سال دیتے تھے اور بعض صرف ایک ہی روپیہ دیتے تھے اور سال میں قریب اسّی روپیہ کے جمع ہوجاتے تھے۔ شروع میں اگر پنچایت میں کسی کو روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو پنچایت کہیں اور سے قرض لے کر اپنے ممبر کو دیتی تھی۔ پنچایت کو ضلع کے بنک سے بارہ روپیہ سیکڑے کے حساب سے قرضہ مل گیا۔ اِس طرح سے پنچایت کے پاس دو طرح کا روپیہ ہوگیا۔ ایک تو وہ جو ممبروں نے جمع کیا اور دوسرا وہ جو ضلع کے بنک سے قرض لیا گیا۔ ضلع کے بنک سے تو روپیہ بارہ فیصدی کے حساب سے ملا اور پنچایت سے ممبروں کو پندرہ روپیہ کے حساب سے دیا گیا۔ اِس طرح پنچایت کو تین روپیہ سیکڑہ کا فائدہ ہوا اور جو کچھ ممبروں کا جمع تھا اُس پر برابر نفع ملتا رہا اور نفع ہوتے ہوتے تھوڑے دِنوں میں بنک کا قرضہ ادا ہوگیا اور پنچایت میں جتنے آدمی شریک تھے اُنھیں کا روپیہ رہ گیا۔

اب ایک تو ضرورت کے وقت کم سُود پر روپیہ ملنے لگا۔اور دوسرے جس قدر سُود مِلا وہ بھی گویا اپنے ہی کو مِلا۔دو اور بڑے فائدے جو پنچایت سے ہوئے وہ یہ تھے کہ ایک تو اِن پچاس آدمیوں میں بہت میل جول بڑھ گیا۔دوسرے شادی غمی میں یا برادری کے اور کاموں میں جو فضُول خرچ ہوا کرتا تھا بہت کم ہوگیا۔اِس لئے کہ اگر پنچایت کا کوئی ممبر کسی کام کے لئے پنچایت سے قرضہ مانگتا تو پنچایت پہلے اِس بات کی جانچ کرتی تھی کہ در اصل اُس کو کتنے روپیہ کی ضرورت ہے۔پھر اُتنا ہی روپیہ دیتی تھی۔اِس کے علاوہ سوہن اور دوسرے ممبروں کو بنک سے اور بھی فائدے پہونچے۔اب چونکہ اُن کو روپیہ اچھی طرح سے ملنے لگا تو وہ زیادہ قیمتی فصلیں مثلاً ایکھ۔کپاس اور ترکاریاں بونے لگے اور اِس میں اُن کو بہت نفع ہونے لگا۔ممبروں کی جب کمیٹی ہوتی تھی تو محکمۂ زراعت کے اُوورسیر آکر اُس میں

شریک ہوا کرتے تھے اور اُن کو یہ سمجھایا کرتے تھے کہ کس طریقہ سے کاشت کرنے اور بیج کو چھانٹ کر بونے سے اُن کے کھیتوں کی آمدنی زیادہ ہو سکتی ہے۔ پہلے پہلے تو اِس رائے پر صرف گانوں کے دو ہی تین آدمیوں نے عمل کیا جِن میں سوہن بھی شامل تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں سب ممبر ایسا ہی کرنے لگے اور اِس طرح سے گانوں کی کھیتی میں بہت زیادہ ترقی ہو گئی۔ کسان پکے کنوئیں بنوانے لگے۔ اور عمدہ عمدہ بیل خریدنے لگے۔ اور بعض بعض کے مکان بھی اچھے بن گئے۔ اُن کے لڑکے پڑھنے کو اِسکول بھی جانے لگے۔ موہن برابر اُس مہاجن سے لین دین کرتا رہا۔ جس سے اُس نے پہلے بیس روپے قرض لئے تھے۔ نہ تو اُس سے اصل روپیہ ادا ہو سکا اور نہ آیندہ فصل کی آمدنی سے وہ سُود دے سکا۔ ہر سال قرضہ بڑھتا ہی گیا اور پانچ سال کے بعد اُس پر دو سو کا قرضہ ہو گیا۔ اِس روپیہ کے ادا

کرنے کی کوئی تدبیر اُس کی سمجھ میں نہ آتی تھی اپنے
جی میں کہتا تھا کہ تھوڑے ہی دن ہوئے جس قدر
پونجی میرے پاس تھی اُسی قدر سوہن کے پاس تھی
لیکن اب میں دو سو روپیہ کا قرضدار ہوں اور اگر
مانگوں تو کہیں سے ایک پیسہ بھی قرض نہیں
مل سکتا۔ خلاف اِس کے سوہن کا دس روپیہ
پنچایت میں جمع ہے اور جب اُس کو ضرورت
ہوتی ہے تو تھوڑے سود پر قرض مل جاتا ہے۔
یہ دیکھ کر وہ بہت پچھتایا اور اپنے بھائی سوہن کے
پاس آیا اور اُس کی خوشامد کی کہ اب مجھے بھی پنچایت
کا ممبر بنا لو۔ سوہن نے اُسے پنچایت میں پیش کیا۔
لیکن پنچایت کے لوگوں نے کہا کہ اِن پر اِتنا قرضہ
مہاجن کا ہے۔ دوسرے اِن کی عادت ایسی ہے
کہ وعدہ پر روپیہ نہیں دیتے۔ نہیں تو اِتنا روپیہ
مہاجن کا چڑھتا ہی کیوں۔ ہم لوگ اِن کو ممبر نہیں
بنا سکتے۔ سوہن نے بہت کچھ کہہ سُن کر اپنی

ذمہ داری پر موہن کو بھی پنچایت میں شریک کرا دیا۔ پنچایت میں ملنے سے موہن کو قرض مل گیا اور اُس نے مہاجن سے اپنی جان چھوڑائی اور پھر پانچ سال میں اُس کے چالیس روپیہ پنچایت کے بنک میں جمع ہو گئے۔

دیکھو! سوہن پہلے ہی سے پنچایت میں شریک ہونے سے کیسا اچھا رہا اور موہن کے الگ رہنے سے اُس کا کس قدر نقصان ہوا۔ لیکن پھر بھی وہ سنبھل گیا۔ اِس طرح کی پنچایتیں صرف کسانوں ہی کی نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ جُلاہوں۔ کُنجڑوں۔ چماروں اور دوسرے پیشہ والوں کی بھی ہوتی ہیں اور اُس سے وہ لوگ بہت فائدے اُٹھاتے ہیں ؁

3. Bhavbhuti Ke Patron Men - by Dr. Anjali Rojha

विन्यास बड़े ढंग से करते थे। पुरुष दाढ़ी-मूँछ रखते थे और स्त्रियाँ बालों का

3. Bhavbhuti Ke Patron Men Vyaktitan Prakashapan - by Dr. Anjali Rojha

4. Maharishi Dayanand Ke Yajurveda Bhashya Men Samaj Ka Swarup - by Dr. Satyavrat Rajesh

5. Atharvanic Rajniti - by Dr. Bharat Bhushan

6. Nyas Aur Padmanjari Ke Vivaran Ke Tulnatmak Adhyan - by Dr. Ram Prakash

Dr. Satyavrat Siddhantalankar, the former Vice-Chancellor and Visitor of Gurukula Kangri Vishwavidyalaya, is the living embodiment of Gurukula Educational Policy. He has carried out a deep story of Gita, Upanishad and other Vedic Literature systematically & scientifically. He has written a considerable number of books on Vedic Philosophy, Sociology, Anthropology, Psychology, Culture, Homoeopathy and Hindi Literature. 'Vedic Sahitya, Samaj Darshan aur Sanskrit*,